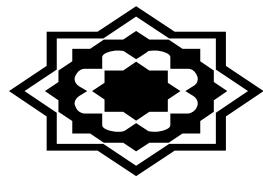


تقویۃ الایمان



شah اسماعیل شہید

نظر ثانی

مشتاق احمد کریمی

ناشر

مکتب دعوت و توعییة الجالیات ربہ، ریاض - سعودی عرب

فہرست مضمایں

صفحہ	موضوع	نمبر شمار
۹	عرض ناشر	۱
۱۲	مقدمہ	۲
۳۶	تمہید	۳
۳۱	پہلا باب توحید کا بیان	
۳۱	عوام کی بے خبری	۴
۳۱	شرک کے کام	۵
۳۲	دعوی ایمان کا، کام شرک کے	۶
۳۲	قرآن کا فیصلہ	۷
۳۳	اللہ کے سوا کوئی قادر نہیں	۸
۳۳	اللہ کے سوا کوئی حمایت نہیں	۹
۳۳	اللہ کے سوا کوئی کار ساز نہیں	۱۰
۳۶	شرک کی حقیقت	۱۱
۳۹	دوسرا باب شرک کی فتنیں	
۳۹	۱- علم میں شرک	۱۲
۵۰	۲- تصرف میں شرک	۱۳

صفحہ	موضع	نمبر شمار
۵۰	۳- عبادت میں شرک	۱۳
۵۲	۳- روزمرہ کے کاموں میں شرک	۱۵
۵۵	تیسرا باب شرک کی برائی - توحید کی خوبیاں	
۵۵	شرک معاف نہیں ہو سکتا	۱۶
۵۶	شرک کی مثال	۱۷
۵۷	شرک سب سے بڑا عیب ہے	۱۸
۵۸	توحید ہی راہ نجات ہے	۱۹
۵۸	اللہ تعالیٰ شرک سے بیزار ہے	۲۰
۵۹	ازل میں توحید کا اقرار	۲۱
۶۲	شرک سند نہیں بن سکتا	۲۲
۶۳	بھول کا عذر قبول نہ ہو گا	۲۳
۶۳	رسولوں اور کتابوں کی بنیادی تعلیم	۲۴
۶۶	توحید اور مغفرت	۲۵
۶۹	چوتھا باب شرک فی العلم کی تردید	
۷۰	علم غیب صرف اللہ تعالیٰ کو ہے	۲۶
۷۰	علم غیب کا مدعی جھوٹا ہے	۲۷
۷۱	غیب کی باتیں	۲۸

صفحہ	موضوع	نمبر شمار
۷۳	اللہ کے سوا کسی کو نہ پکارو	۲۹
۷۴	نفع و نقصان کا مالک صرف اللہ ہے	۳۰
۷۵	انبیاء کا اصل کام	۳۱
۷۶	انبیاء غیب داں نہیں	۳۲
۷۶	علم غیب کے متعلق ارشادات نبوی ﷺ	۳۳
۷۷	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد	۳۴
۸۰	پانچواں باب شرک فی التصرف کی تردید	
۸۱	نفع و نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے	۳۵
۸۱	اللہ کے سوا کوئی رازق نہیں	۳۶
۸۲	صرف اللہ تعالیٰ کو پکارو	۳۷
۸۳	بلا اذن شفاعت نہیں	۳۸
۸۴	شفاعت کی فسمیں	۳۹
۸۵	”شفاعت وجہت“، ممکن نہیں	۴۰
۸۶	”شفاعت محبت“، ممکن نہیں	۴۱
۸۷	”شفاعت بالاذن“	۴۲
۸۹	صراط مستقیم	۴۳
۹۱	اللہ سب سے نزدیک ہے	۴۴

صفحہ	موضوع	نمبر شمار
۹۳	صرف اللہ پر بھروسہ کرو	۳۵
۹۴	قرابت کام نہیں دے سکتی	۳۶
۹۷	چھٹا باب عبادات میں شرک کی حرمت	
۹۷	عبادات کی تعریف	۳۷
۹۷	عبادت صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے	۳۸
۹۸	سجدہ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے	۳۹
۹۹	غیر اللہ کو پکارنا شرک ہے	۴۰
۱۰۰	شاعر اللہ کی تعظیم کی جائے	۴۱
۱۰۲	غیر اللہ کے نام کی چیز حرام ہے	۴۲
۱۰۳	حکم صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے	۴۳
۱۰۴	من گھڑت نام شرک ہیں	۴۴
۱۰۵	خود ساختہ سمیں شرک ہیں	۴۵
۱۰۶	لوگوں کو تقطیماً سامنے کھڑا رکھنا منوع ہے	۴۶
۱۰۶	بتوں اور تھانوں کی پوجا شرک ہے	۴۷
۱۰۸	ذن ک لغیر اللہ لعنت کا باعث ہے	۴۸
۱۰۹	قربت قیامت کی علامتیں	۴۹
۱۱۱	تھان پوجا بدترین لوگوں کا کام ہے	۵۰

صفحہ	موضع	نمبر شمار
۱۱۳	بتوں کا طواف	۶۱
۱۱۵	ساتوں باب رسم و رواج میں شرک کی حرمت	
۱۱۵	شیطان کی وسوسہ اندازی	۶۲
۱۱۷	اولاد کے سلسلہ میں شرک کی رسمیں	۶۳
۱۱۹	کھیتی باڑی میں شرک کی رسمیں	۶۴
۱۱۹	چوپاپوں میں شرک کی رسمیں	۶۵
۱۲۱	حلال و حرام میں اللہ پر افتاء	۶۶
۱۲۲	ستاروں میں تاثیر ماننا شرک ہے	۶۷
۱۲۳	نجومی، ساحرا و کاہن کا فریبیں	۶۸
۱۲۵	نجوم اور رمل پر اعتقاد کا گناہ	۶۹
۱۲۵	شگون اور فال کفر کی رسمیں ہیں	۷۰
۱۲۹	اللہ کو سفارشی نہ بناؤ	۷۱
۱۳۳	اللہ تعالیٰ کے نزد دیک سب سے پیارے نام	۷۲
۱۳۳	اللہ کے نام کے ساتھ کنیت نہ رکھو	۷۳
۱۳۴	صرف ماشاء اللہ ہو	۷۴
۱۳۵	غیر اللہ کی قسم شرک ہے	۷۵
۱۳۶	نذر وں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ	۷۶

صفحہ	موضع	نمبر شمار
۱۳۷	اللہ کو بجہ اور پیغمبر علیہ السلام کی تعظیم	۷۷
۱۳۰	کسی کو اپنا بندہ اور بندی کہنا جائز نہیں	۷۸
۱۳۱	تعظیم رسول ﷺ کے متعلق اسوہ حسنہ	۷۹
۱۳۳	لفظ ”سید“ کے دو معنی	۸۰
۱۳۵	تصویر کے متعلق ارشادات	۸۱
۱۳۶	پانچ سخت ترین گناہ	۸۲
۱۳۷	اپنے متعلق حضور ﷺ کا ارشاد	۸۳

عرض ناشر

ہندوستان کی تیرہ و تاریخ میں رشد و ہدی کی روشنیاں بکھیرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل خاص سے ایک ایسی شخصیت کو پیدا فرمایا جس نے اپنی قوتِ ایمان اور علم و تقریر کے زور سے کفر و ضلالت کے بڑے بڑے بندوں کو مسماڑ کر دیا اور شرک و بدعت کے خود تراشیدہ اচنام کو پاٹ پاٹ کر کے توحیدِ خالص کی اساس قائم کی۔ یہ شاہ ولی اللہ دہلوی کے پوتے شاہ اسماعیل رحمہ اللہ محدث دہلوی تھے جو اپنے وقت کے قابل ترین اور نامور شخصیات میں سے معتبر علمی حیثیت کے مالک تھے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور محمد بن عبدالوہاب کے بعد ”دعوت و اصلاح“ امت کے لئے ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ بالخصوص اس اعتبار سے تو ان کا درجہ فزول تر ہے کہ انہوں نے نہ صرف قلم سے جہاد کیا بلکہ عملی طور پر حضرت سید احمد شہید کی سرکردگی میں تحریک مجاہدین میں شامل ہو کر سکھوں کے خلاف جہاد کرتے ہوئے بالا کوٹ کے مقام پر شہادت کا درجہ حاصل کیا اور ہندوستان کے ناتواں اور مکوم مسلمانوں کے لئے حریت کی ایک عظیم مثال قائم کی۔

حضرت اسماعیل شہید رحمہ اللہ کا دور شرک اور بدعت کی مسموم فضاؤں سے آلو دہ تھا۔ ہندوستانی مسلمانوں نے ہندوؤں کے دیومالائی عقائد سے متاثر ہو کر دین

اسلام میں ایسی ایسی رسموں اور عقیدوں کو داخل کر لیا تھا کہ طلوع اسلام سے قبل اہل عرب کا دور جہالت بھی ان کے سامنے سرگوں تھا۔ حضرت شاہ اسماعیل شہید کی دینی حیثیت اور غیرت ایمانی کب گوارا کر سکتی تھی کہ اسلام، جس کو نزول بندوں کے ذریعے اللہ عزوجل کے اقرار و حدایت کے لئے ہوا ہے اور رسالت پر ایمان لانے کا اصل مقصد بھی یہی ہے، اس میں کسی غیر کی شرکت اختیار کی جائے۔ چنانچہ اس مقصد عظیم کے لئے انہوں نے ”تفویہ الایمان“ تالیف فرمائی، جس میں قرآن و احادیث کی ترجمانی کے ساتھ خالص اسلامی عقائد کی بیان فرمایا اور کتاب و سنت ہی کی روشنی میں ان تمام بدعات اور رسموں کو جہالت کا منبع قرار دیتے ہوئے مسلمانوں کو اس سے بچنے کی تلقین فرمائی۔ اپنے اعلیٰ مقاصد کے ساتھ ساتھ اس کتاب کا انداز بیان (اپنے عہد کی ضرورت کے مطابق) ششگی و روانی اور اپنی سادگی و دشمنی کے باعث اتنا مقبول ہوا کہ اب تک یہ لاکھوں کی تعداد میں شائع ہو کر کروڑوں گم کر دہ را ہوں کو ہدایت کے نور سے فیضیاب کر چکی ہے۔

تفویہ الایمان کے مجموعی محسن اور اس کی افادیت پر مشتمل اہم تفصیلات پر مولانا غلام رسول مہر (مرحوم) کا پر زور مقدمہ شامل کتاب ہے، لہذا اس کی موجودگی میں تفویہ الایمان پر مزید کچھ لکھنا محض خامہ فرسائی ہوگی۔ ہم صرف اتنا عرض کرنا چاہتے ہیں کہ کتاب کو مولانا مرحوم کی صحیح و تفتح نیز اس کی تمام سابقہ خوبیوں کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے، البتہ موجودہ عہد کی ضرورت کے لحاظ سے کہیں کہیں الفاظ و بیان کی چند ایک تبدیلیاں کی گئی ہیں۔ ہم پر امید ہیں کہ قارئین کتاب نہ صرف ان تبدیلیوں کو گوارا فرمائیں گے بلکہ اس کتاب کے بیان کردہ حقائق کی تفہیم میں ان کو مزید آسانی رہے گی۔ بہر حال تفویہ

الا یمان کو زیادہ سے زیادہ خوبصورت اور دلنشیں بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں
صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

خادم کتاب و سنت

عبدالملک مجاہد (مدیر مسٹوں)

مقدمہ

تقویۃ الایمان کے مصنف شاہ محمد اسماعیل رحمہ اللہ، شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ کے اکلوتے فرزند، شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ محدث دہلوی کے پوتے، شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ محدث، شاہ رفیع الدین رحمہ اللہ محدث اور شاہ عبدالقاوہ رحمہ اللہ محدث کے سنتیجے تھے۔ پاک و ہند کی وسیع سرزمیں میں علم و فضل، درس و تدریس، تصنیف و تالیف، وعظ و ارشاد، تجدید دین، احیاء اسلامیت اور اصلاح امت کی ایسی بلند نسبتیں شائد ہی کسی کے حصے میں آئی ہوں، جن سے شاہ اسماعیل رحمہ اللہ مشرف ہوئے اور ایسی گراں بہا میراث بھی بہت کم لوگوں کو ملی ہوگی۔ شاہ اسماعیل رحمہ اللہ نے ان نسبتوں کی بلندی اور اس میراث کی گراں بہائی نہ محض قائم رکھی بلکہ عملًا ان کی زینت و زیبائی بدر جہاد رخشاں بنائی۔

شاہ اسماعیل رحمہ اللہ مستند روایت کے مطابق ۱۲ ربیع الاول ۱۱۹۳ھ (۲۶ اپریل ۱۷۷۹ء) کو پیدا ہوئے۔ گویا اپنے پیر و مرشد امیر المؤمنین سید احمد بریلوی رحمہ اللہ سے کم بیش سات سال بڑے تھے۔ والدہ ماجدہ کا نام بی بی فاطمہ رحمہا اللہ تھا۔

۱۔ میر شہامت علی نے ”تقویۃ الایمان“ کے انگریزی ترجمے کے دیباچے میں شاہ شہید کی تاریخ ولادت ۲۸ شوال ۱۱۹۵ھ لکھی ہے اور آپ کی والدہ ماجدہ کا نام فضیلت النساء (بنت مولوی علاء الدین چھاتی) =

تعلیم و تربیت

شاہ صاحب نے ابتدائی تعلیم والد ماجد سے پائی۔ آٹھ سال کی عمر میں حافظ قرآن بن گئے۔ ۱۶ ارجب ۱۲۰۳ھ (۱۱۲۷ء) کو شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ نے وفات پائی، جب شاہ شہید صرف دس برس کے تھے۔ تینوں اعمام کرام (شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ، شاہ رفیع الدین رحمہ اللہ اور شاہ عبدالقدار رحمہ اللہ) یتیم بھتیجے کو آغوش محبت میں لینے کے لئے کیساں تیار تھے۔ لیکن رسمایہ ذمہ داری شاہ عبدالقدار رحمہ اللہ نے اٹھائی، جن کی اپنی اولاد میں صرف ایک لڑکی تھی۔ شاہ اس لعیل رحمہ اللہ نے درس کتابیں انہی سے پڑھیں۔ تمام مروجہ علوم میں وہ درجہ حاصل کر لیا جو ان کے عہد میں تعلیم و مدرسیں کا آخری درجہ سمجھا جاتا تھا۔ شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ سے حدیث کی سند لی اور ۱۵، ۱۶ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہو گئے۔

سر سید احمد خان رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق ابتداء میں استغنا کا یہ عالم تھا کہ یاد ہی نہ

= بتایا ہے۔ بلاشبہ شاہ صاحب کی نخیال پھلت ہی میں تھی اور ان کی ہمیشہ بی بی رقیہ کی پہلی شادی پھلت ہی میں ان کے ماموں کے بیٹے مولوں کمال الدین سے ہوئی، لیکن شاہ صاحب کی تاریخ و لادت اور والدہ ماجدہ کے نام سے متعلق مستند بیان وہی ہے جو متن میں درج ہوا۔ میر شہامت علی کی روایت کا مأخذ ہمیں معلوم نہ ہو سکا۔ انہوں نے شاہ صاحب کے حالات میں اور کبھی کئی باتیں ایسی درج کر دی ہیں جو صحیح نہیں۔

رہتا تھا، سبق کہاں سے شروع ہوگا، کبھی اصل مقام سے بعد عبارت شروع کر دیتے۔ شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ علیہ کے تو جواب میں کہہ دیتے کہ مطلب سہل سمجھ کر نہ پڑھا۔ شاہ عبدالقادر متزوکہ حصے میں کچھ پوچھتے تو شاہ شہید ایسی تقریر فرماتے کہ سب لوگ سن کر حیران رہ جاتے۔ کبھی اصل مقام سے بیشتر سبق کا آغاز کر دیتے شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ علیہ فرماتے تو شاہ شہید رحمہ اللہ علیہ شہہات وارد کر دیتے کہ فاضل استاد کو بھی ان کے جواب میں خاص توجہ مبذول کرنا پڑتی۔

غیر معمولی ذکاوت کی وصوم شہر بھر میں تھی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد لوگ امتحاناً برسر راہ سوالات کر دیتے۔ خیال یہ ہوتا کہ کتاب پاس نہیں، اسی لئے شافی جواب نہ دے سکیں گے لیکن شاہ شہید بے تامل تقریر شروع کر دیتے اور مسئلہ کی ایسی تشریح فرماتے کہ پوچھنے والے کو اپنی جراءت پر خجالت ہوتی۔

مولانا محمد خان عالم مدراسی رحمہ اللہ علیہ مولانا سید محمد علی رام پوری رحمہ اللہ علیہ بیان کے مطابق لکھا ہے کہ شاہ شہید عالم مفتی اور حافظ قرآن تھے۔ تیس ہزار حدیثیں ان کی نوک زبان پر تھیں۔ ۱

سید صاحب رحمہ اللہ علیہ بیعت

شاہ شہید رحمہ اللہ علیہ فضل کی شہرت اگرچہ عام تھی، لیکن اس کے ساتھ طبیعت میں اک گونہ بے پرواںی پائی جاتی تھی۔ یعنی انہوں نے کوئی مستقل مشغله اختیار نہ کیا تھا شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ علیہ کے تو جواب میں کہہ دیتے کہ مطلب سہل سمجھ کر نہ پڑھا۔

۱۔ تنبیہ الصالین عن طریق سید المرسلین قلمی نسخہ نمبر: ۱۶

اسکی وجہ یہ ہو کہ خاندان میں جن مشاغل کا رواج تھا، انہیں وہ مقاصد اصلاح کے لئے کافی نہ سمجھتے تھے اور کوئی نیا مشغله پیش نظر نہ تھا۔ یا یہ سمجھ لیجئے کہ وہ اپنے دل میں ایک لا جھ عمل کا فیصلہ کر چکے تھے اور رفقاء و معاونین کی تلاش میں متوقف تھے۔ یہ حالت تھی کہ ۱۲۳۲ھ (۱۸۱۹ء) میں امیر المؤمنین سید احمد بریلوی رحمہ اللہ، نواب امیر خاں والئی توک کی رفاقت چھوڑ کر را بپوتا نہ سے دہلی پہنچے اور اکابر آبادی مسجد میں مقیم ہوئے۔ پہلے محمد یوسف پھلتی نے، جو غالباً شاہ ولی اللہ کے بھائی شاہ اہل اللہ رحمہ اللہ کے پوتے تھے، پھر شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کے داماد، مولانا عبدالحی رحمہ اللہ نے اور ان کے بعد شاہ شہید نے سید صاحب سے بیعت کی۔ اسی وقت سے شاہ شہید کی زندگی بالکل بدل گئی۔ وہ رات دن اصلاح و ارشاد میں مصروف رہنے لگے۔ شہ سنبہ اور جمعہ کو شاہی مسجد میں بالالتزام وعظ فرماتے۔ سر سید نے لکھا ہے کہ نماز جمعہ کے لئے لوگ اس کثرت سے آنے لگے، جیسے عیدین کی نمازوں میں آتے تھے۔ سامعین کا شمار نہ ہو سکتا تھا۔ وعظ کا طریقہ ایسا تھا کہ جو کچھ فرماتے دلوں میں پیوست ہو جاتا۔ اگر کسی بات پر کوئی خلش پیدا بھی ہوتی تو آگے چل کر بالکل رفع ہو جاتی۔ احیاء سنت اور ردو شرک و بدعت و عظوں کا خاص موضوع ہوتا۔ یہی دور تھا جس کے متعلق مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ نے ”تذکرہ“ میں تحریر فرمایا:

”دعوت و اصلاح امت کے جو بھید پرانی دہلی کے کھنڈروں اور کوٹلہ کے جھروں میں دن کر دیئے گئے تھے۔ اب اس سلطان وقت اور سکندر اعظم کی بدولت شاہ جہان آباد کے بازاروں اور جامع مسجد کی سیڑھیوں پر ان کا ہنگامہ مج گیا اور ہندوستان کے کناروں سے بھی گزر کر نہیں معلوم کہاں تک چرچے اور افسانے پھیل گئے۔ جن باتوں کے کہنے کی

بڑوں بڑوں کو بند جروں کے اندر بھی تاب نہ تھی وہ اب برس بازار کی جا رہی اور ہر ہر ہی تھیں اور خون شہادت کے چھینٹے حرف و حکایت کے نقوش صفحہ عالم پر ثبت کر رہے تھے۔ ۱

سفر حج

شوال ۱۲۳۶ھ (جولائی ۱۸۲۱ء) میں امیر المؤمنین سید احمد رحمہ اللہ نے حج کا قصد کیا۔ سمندری سفر میں متوقع ہلاکت کی بناء پر مختلف علماء نے فرضیت حج کے سقوط کا فتوی دیا تھا اور بعض اصحاب توبہ کہنے لگے تھے کہ **وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيهِمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ** ۲ کی رو سے حج کا مقصد (معاذ اللہ) معصیت ہے۔ اس فتنے کے سد باب کی ایک صورت یہ تھی کہ تحریر و تقریر کے ذریعے اس کا رد کیا جاتا۔ سید صاحب شاہ سلمانیل رحمہ اللہ، مولانا عبدالحی رحمہ اللہ، شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ اور دوسرے علمائے حق نے اس فریضے کی بجا آوری میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ دوسری صورت یہ تھی کہ ایک عملی اقدام سے اس وسیع ملک کی فضائیں اداۓ حج کا عام غلغله پیدا کر دیا جاتا۔ تاکہ لوگوں کے دلوں میں شوق و رغبت کے ولوں بیدار ہو جاتے۔ حضرت سید احمد رحمہ اللہ، صاحب عزم وہمت تھے۔ انہوں نے مردانہ وار دوسرے راستے میں بھی قدم اٹھایا اور کمال یہ کیا کہ حج کے لئے مسلمانان ملک کو دعوت دے دی کہ کسی کے پاس راستے کا خرچ ہو یا نہ ہو وہ تیار ہو جائے۔ میں ذمہ لیتا ہوں کہ اس

۱ تذکرہ طبع اول

۲ البقرہ: ۱۹۵

کو حج کرالا دیں گا۔ گویا فرضیت حج ہی کو اصل صورت میں محفوظ نہ کیا بلکہ عملاً سب آشکار کر دیا کہ یہ فرض بہ سہولت ادا ہو سکتا ہے شرط یہ ہے کہ اسے خدائی حکم سمجھ کر سچے مسلمان کی طرح بجالانے کا ارادہ کر لیا جائے۔

چنانچہ سید صاحب ساڑھے سات سو مسلمانوں کے قافلے کے ساتھ حج کیلئے روانہ ہوئے۔ شاہ شہید، ان کی والدہ ماجدہ اور ہمیشہ محترمہ بھی ساتھ تھیں۔ وہ جہاز کرائے پر لئے۔ ہر جہاز کی جماعت کے لئے ایک امیر مقرر فرمایا۔ کلکتہ سے روانہ ہوئے۔ حج زیارت کے بعد شعبان ۱۲۳۹ھ (اپریل ۱۸۲۳ء) میں واپس تشریف لائے۔ اس سفر میں ایک جہاز کی جماعت کے امیر شاہ سمعیل رحمہ اللہ تھے۔

دعوت جہاد

حج سے واپسی کے بعد اپنے مرشد کے فرمان کے مطابق ہمہ تن جہاد کی دعوت کے لئے وقف ہو گئے۔ سر سید نے لکھا ہے:

بموجب ارشاد سید اصحابیاء یعنی پیر طریق ہدی اس طرح سے تقریرو عظیم کی بنیاد ڈالی کہ مسائل جہاد فی اللہ بیشتر بیان ہوتے اور یہاں تک کہ آپ کی صیقل تقریر سے مسلمانوں کا آئینہ باطن مصافی و محلی ہو گیا اور وہ اس طرح سے راہ حق میں سرگرم ہوئے کہ ہر شخص بے اختیار چاہنے لگا۔ سراس کا راہ حق میں فدا اور جان اس کی اعلاءً لواہ دین محمد ﷺ میں صرف ہو۔

ہجرت

کم و بیش پونے دو سال اس دعوت میں صرف ہوئے۔ جب جا بجا مجاہدین کی جماعتیں تیار ہو گئیں تو غور و فکر کے بعد سرحد سے آغاز جہاد کا فیصلہ ہوا، جہاں پنجاب کی سکھ حکومت نے یورشیں شروع کی تھیں۔

۷ جمادی الاولی ۱۲۲۱ھ (۱۷ جنوری ۱۸۲۶ء) کو شاہ شہید رحمہ اللہ کے ساتھ بغرض جہاد راہ ہجرت میں قدم رکھا۔ اس وقت صرف پانچ چھ سو آدمی ساتھ لئے تھے۔ فیصلہ یہ تھا کہ تجویز کردہ مرکز میں پہنچ کر حالات کے جائزے کے بعد باقی جماعتوں کو بلا لیں گے۔ شاہ شہید اس سفر کے دوران عام ترتیبی مقاصد کے کفیل خاص تھے۔

یہ جماعت رائے بریلی سے بندھیل گھنڈ، گوالیار، ٹونک، ابھیر، صحرائے مارڑواڑا عمر کوٹ، حیدر آباد (سنہ) شکار پور، کوئٹہ قندھار، غزنی اور کابل ہوتی ہوئی پشاور پہنچی۔ یہ کم و بیش تین ہزار میل کا سفر تھا اس میں پتے ہوئے صحرائی بھی تھے، جہاں میلیوں تک پانی کا نشان نہ ملتا تھا۔ بڑے بڑے دریا بھی تھے، دشوار گزار پہاڑ اور بر فرستان بھی۔ دس مہینے اس مسافت کو طے کرنے میں صرف ہوئے۔

جہاد

۲۰ جمادی الاول ۱۲۲۲ھ (۲۰ دسمبر ۱۸۲۶ء) کو جہاد بالسیف کا آغاز ہوا۔ اس سلسلے میں شاہ شہید کے مخصوص و ممتاز کارناموں کی اجمالی کیفیت ذیل میں درج ہے:
۱- انہی کی کوششوں سے اہل سرحد نے سید صاحب کے ہاتھ پر امارت جہاد کی اور سرحد میں

علماء یا اکابر سے جتنی گفتگوئیں ہوئیں، ان میں سے اکثر شاہ شہید ہی نے کیں۔

۲- ضلع ہزارہ میں جہاد کی تنظیم انہی نے فرمائی۔ تاہم غیر معمولی استقامت سے سکھوں کے خاصے بڑے لشکر کو شکست فاش دی۔ اس جنگ میں شاہ شہید کی قباق گولیوں سے چھلنی ہو گئی اور ایک انگلی پر گولی کا زخم لگا۔ اس انگلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مرا حاضر مایا کرتے تھے کہ یہ ہماری اُنگشت شہادت ہے۔

۳- انہی کی کوششوں سے بیعت اقامت شریعت کا انتظام ہوا اور اہل سرحد پہلی مرتبہ صحیح شرعی حکومت کی برکات سے متعین ہوئے۔

۴- انہی کی قیادت میں امب، عشرہ، مردان اور مایار کی جنگوں میں نمایاں فتوحات حاصل ہوئیں۔ پشاور کے بعد سلطان محمد خان بارک زئی سے گفت و شنید کہ لئے بھی سید نے انہی کو نامزد فرمایا تھا۔

۵- غرض پرستوں کی عناد آرائی کے باعث علاقہ سرحد میں حالات نازک صورت اختیار کر گئے اور سید صاحب نے اس مرکز کو چھوڑ کر دشوار گزار پہاڑی راستوں سے کشمیر ہی کا قصد فرمایا تو شاہ شہید بھی ساتھ تھے۔

۶- سفر کشمیر کے سلسلے میں ۲۳ ذی قعده ۱۲۳۶ھ (۱۸۳۱ء) کو بالا کوٹ کی جنگ پیش، جس میں سید صاحب، شاہ شہید اور بیشتر مجاہدین نے جام شہادت نوش کیا۔

بنا کردنہ خوش رسمے بہ خاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

سیرت کی ایک جھلک

جہاں تک معلوم ہو سکا ہے۔ شاہ شہید نے امور معیشت میں تکلفات کو کبھی پسند نہ فرمایا۔ سید صاحب سے واپسی کے بعد تو وہ معیشت کے ادنیٰ مدارج ہی میں اس طرح سرخوش تھے، گویا شہنشاہی کے تخت پر بیٹھے ہیں۔ سفر حج میں ملکتہ پنجھ تو ایسٹ انڈیا کمپنی کے دکیل مشی امین الدین احمد رحمہ اللہ ملاقات کے لئے آئے۔ وہ اس زمانے میں ملکتہ کے بہت بڑے رئیس مانے جاتے تھے۔ سید صاحب سے ملنے کے بعد انہوں نے پوچھا شاہ اسماعیل رحمہ اللہ کہاں ہیں؟ یہ ایک کشتی سے اتر کر سید صاحب کی کشتی کی طرف آرہے تھے کہڑے میلے ہو چکے تھے۔ لوگوں نے ان کی طرف اشارہ کیا مشی امین الدین رحمہ اللہ نے سمجھا، یہ کوئی اور اسماعیل ہوں گے اور کہا، میں شاہ اسماعیل رحمہ اللہ کو پوچھتا ہوں جو شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کے بھتیجے ہیں۔ جب انہیں بتایا گیا کہ شاہ صاحب یہی ہیں تو ان کی سادگی اور بے تکلفی دیکھ کر مشی صاحب بے اختیار آبدیدہ ہو گئے۔

سید صاحب نے سواری کے لئے شاہ صاحب کو گھوڑا دے دیا تھا، لیکن جب کسی کام پر جاتے تو اپنے گھوڑے پر کسی رفیق کو سوار کر دیتے اور خود پیدل چلتے کہ دین کا کام ہے، جتنی زیادہ مشقت اٹھائیں گے، زیادہ ثواب ملے گا۔

سید صاحب سے ان کی عقیدت شہر آفاق ہے۔ لوگوں نے اس سلسلے میں بہت سی داستانیں وضع کر کھی ہیں۔ وہ صحیح ہوں یا نہ ہوں، لیکن اس میں شبہ نہیں کہ شاہ صاحب کو سید صاحب سے غیر معمولی عقیدت تھی۔ بایں یہ عقیدت صاحب کی حق گوئی پر کبھی اثر انداز نہ

ہو سکی۔ ایک موقع پر قلعہ امب کے لئے خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ اس میں سید صاحب کی اہمیہ اور دوسری مستورات بھی تھیں۔ سید صاحب نے شاہ صاحب کو لکھا کہ خواتین دوسرے محفوظ مقام پر بیچ دی جائیں تاکہ لڑائی کے وقت مجاہدین کے لئے پریشانی کا کوئی امکان باقی نہ رہے۔ شاہ صاحب سمجھتے تھے کہ خواتین کو نکالا گیا تو گردوپیش کے عوام پر براثر پڑے گا اور وہ سمجھیں گے کہ خطرہ سر پر آگیا ہے۔ لہذا سید صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ اقدام خلاف مصلحت ہے۔ سید صاحب نے اپنے حکم کا اعادہ کیا تو شاہ صاحب نے صاف صاف لکھ دیا کہ اس حکم کی تعییں سے مسلمانوں کو گزندہ پہنچا تو قیامت کے دن آپ اس کے جواب دہ ہوں گے۔ سید صاحب نے حکم واپس لے لیا۔

عمر اگر چہ زیادہ نہ تھی لیکن دین کی راہ میں مسلسل مشقتیں اٹھاتے اٹھاتے جسم نہایت کمزور ہو گیا تھا۔ آخری دور کے حالات سے معلوم ہوتا ہے، ایک موقع پر زنبورک اٹھوا کر اس غرض سے بے اسرار اپنے کندھے پر رکھوائی کہ لوگوں میں روح عزیمت بیدار ہو، مگر بوجھ سے پاؤں لڑکھڑانے لگے۔ پھاڑ پر چڑھتے تھے تو چند قدم چلنے سے سانس پھول جاتا تھا۔ اس حالت کے باوجود آخری دم تک کوئی ایسا موقع نہ آیا کہ وہ جنگ یا سفر میں کسی سے پیچھے رہے ہوں یا مقاصد جنگ کے سلسلے میں انہوں نے ضرورت کے وقت دو دو منزلیں ایک دن میں طے نہ کی ہوں۔

سرحد میں مختلف موقع پر نہایت اہم دینی، جنگی اور سیاسی مسائل پیش آئے۔ شاہ صاحب بے تکلف انہیں حل کرتے رہے مشہور ہے کہ ایک موقع پر وہ گھوڑے کو کھریا کر رہے تھے تو بعض لوگوں نے ان سے چند دینی امور کے متعلق سوال کیا۔ انہوں نے کھریا جاری رکھا

اور مستفسرین کو شافی جواب دیدیا۔

سید جعفر علی نقوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ بالا کوٹ میں ان کے پیچھے دو گانہ ادا کیا۔ انہوں نے دونوں رکعتوں میں پوری سورت بنی اسرائیل پڑھی اور اس کیفیت میں پڑھی کہ ابتدائے عمر سے آج تک (تادم تحریر) کسی امام کے پیچھے نماز میں وہ لذت نصیب نہ ہوئی۔ یہ نماز عمر بھرنے بھولے گی۔

فصل من مذکور

یہ شاہ اسماعیل رحمہ اللہ تھے، جن کی زندگی کا ایک ایک ثانیہ اعلاء کلمۃ الحق اور احیاء اسلام میں صرف ہوا، جنہوں نے دنیا کی ہر ایک راحت کو بے توقف خدمت دین کیلئے قربان کر دیا اور اپنے اخلاق کے محض پر خون شہادت سے مہر ثبت کی۔ اس ترازو میں ہم اپنے ایمان باللہ اور اپنی حبیت دین کو تو لیں تو نتیجہ کیا نکلے گا۔ پھر اس سے بڑھ کر بد بختی اور حرمان نصیبی کیا ہو سکتی ہے کہ سینکڑوں مسند نشینیاں اور سینکڑوں سجادہ گستران طریقت اس بزرگ مجہد کو سوا سو برس تک گونا گون مطاعن کا ہدف بناتے رہے۔ ہم سب ان مطاعن کو اس شوق و لذت سے سنا، گویا یہ حفظ دین اور پارسائی کا ایک یگانہ کار نامہ تھا۔

.....
اے منظور صفحہ نمبر ۱۱۲۳

اولاد

شاہ عبدالقدار نے اپنی نواسی بی بی کلثوم رحمہا اللہ سے شاہ شہید کا نکاح کر دیا تھا۔ صرف ایک بچہ ہوا جس کا نام شاہ محمد عمر رحمہ اللہ تھا۔ اس کی پوری زندگی نیم میزہ و بیت کی حالت میں گزری۔

تصانیف

شاہ شہید کی متعدد تصانیف ہیں مثلاً:

- ۱۔ اصول فقہ میں ایک رسالہ جو چھپ چکا ہے۔
- ۲۔ منطق میں ایک رسالہ جس کا ذکر سید احمد خاں نے کیا ہے
- ۳۔ ایضاً الحق الصریح فی الحکام الممیت والضریح۔ محققین کا پیان ہے کہ حقیقت بدعت میں ایسی کوئی کتاب کسی زبان میں نہیں لکھی گئی افسوس یہ مکمل نہ ہو سکی۔ اردو ترجمے کے ساتھ دو تین مرتبہ چھپ چکی ہے۔
- ۴۔ منصب امامت۔ یہ بھی نہایت عمدہ کتاب ہے فارسی نئے اب کمیاب ہیں البتہ اردو ترجمہ ملتا ہے۔
- ۵۔ تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین۔ اس میں وہ احادیث جمع کردی گئی ہیں، جن سے رفع یہ دین کا سنت ہونا ثابت ہے۔ اردو ترجمے کے ساتھ کئی مرتبہ چھپ چکی ہے۔ اب حال میں اس کا عربی ایڈیشن معہ حاشیہ جمیعت مرکزی اہل حدیث مغربی پاکستان کے ادارہ

اشاعت السنہ نے نہایت عمدگی سے شائع کیا ہے۔ ۱

۶- صراط مستقیم: اس کتاب کے چار باب ہیں، جن میں سے صرف پہلا باب شاہ شہید کا لکھا ہوا ہے۔ مضماین سید صاحب کے ہیں۔ اس کا اردو ترجمہ بھی چھپ چکا ہے فارسی ایک مرتبہ چھپی اور بہت کمیاب ہے۔

۷- تقویۃ الایمان: اس کی تفصیل آگئے آئے گی۔

۸- یک روزی: مختصر سار رسالہ ہے جس میں تقویۃ الایمان پر مولوی فضل حق خیر آبادی کے بعض اعترافات کا جواب دیا گیا ہے۔ شاہ صاحب نماز کے لئے مسجد کی طرف جا رہے تھے۔ راستے میں انہیں مولوی فضل حق کا رسالہ ملا۔ نماز سے فارغ ہوتے ہی جواب لکھنے بیٹھ گئے اور ایک نشست میں اسے پورا کر دیا۔ اسی وجہ سے یک روزی نام پایا۔

۹- مکاتیب: ان کا بہت بڑا مجموعہ ہے، جن میں سے بعض ان کے نام سے مشہور ہوئے اکثر انہوں نے سید صاحب کی ایما پر لکھے۔

۱۰- منظومات: ان کی کیفیت یہ ہے

(ا) ایک فارسی قصیدہ نعت میں۔

(ب) ایک فارسی قصیدہ سید صاحب کی مدح میں۔

(ج) ایک فارسی مشنوی موسوم بہ سلک نور۔ توحید کے مضمون پر۔

۱۔ المکتبہ السلفیہ نے مترجم بھی شائع کر دی ہے۔

۲۔ اب اس کو الحمد للہ المکتبہ السلفیہ نے شائع کر دیا ہے۔

(د) ایک اردو مشتوی موسوم بہ سلک نور۔ توحید کے مضمون پر۔

(ه) ایک مشتوی بہ زبان فارسی ایک حدیث کی شرح میں۔

تقویۃ الایمان کی سرگزشت

تقویۃ الایمان پہلی مرتبہ ۱۲۲۳ھ (۱۸۲۶ء) میں چھپی تھی جب شاہ شہید امیر المؤمنین سید احمد بریلوی رحمہ اللہ اور جماعت مجاہدین کے ہمراہ وطن مالوف سے ہجرت کر کے جا چکے تھے اور ہندوستان کی آزادی و تطہیر کے لئے جہاد بالسیف کا آغاز ہو رہا تھا اب ۱۳۱۰ھ (۱۹۸۹ء) ہے گزشتہ ایک سو سال سطھ برس کی مدت دراز میں اللہ ہی بہتر جانتا ہے، یہ کتاب کتنی مرتبہ طبع ہوئی۔ سرسری اندازہ ہے کہ چالیس پچاس لاکھ سے کم نہ چھپی ہو گی۔ کروڑوں آدمیوں نے اسے پڑھا اور ہدایت کی روشنی حاصل کی۔ یہ ایسا شرف ہے، جو تقویۃ الایمان کے سوا اردو کی کسی دوسری کتاب کو شائد ہی نصیب ہوا ہو۔

اس کے خلاف غلط فہمیوں اور غلط بیانیوں کے جو ہنگامے پاہوئے اور پاکئے گئے وہ بھی غالباً کسی دوسری کتاب کو پیش نہ آئے۔ آج تقویۃ الایمان کی سرگزشت پر نظر بازگشت ڈالی جائے تو چشم تصور کے سامنے ایک عجیب منظر آتا ہے گویا ایک سمندر ہے جس پر طوفان کا بحران طاری ہے اس کی سطح موجود کے جوش، ہیجان، ٹکراؤ اور کشاکش سے عرصہ محشر کا نمونہ بن رہی ہے۔ بڑے بڑے جہازوں کے ناخداوں پر ہر اس کے بادل چھائے ہیں۔ اور وہ لنگر ڈال کر دامن ساحل کو مضبوطی سے تھامے کھڑے ہیں۔ صرف ایک صاحب ملاج اپنے کمزور نازک سفینے کے باد بانکھو لے ہوئے مصروف سفر ہے۔ طوفان کی ہلاکت خیزیاں

اور موجودوں کی بیت اگنیزیاں اس کی جیں یقین وہ مت پر اضطراب کی شکن پیدا نہیں کر سکیں
 مصلحتیں اپنی دل ربانیوں اور معدرات آرائیوں کے جال دوسروں کے سامنے بچا کر
 انہیں پابند ساحل بنا چکی تھیں، وہ اس ملک کی دامن کشی و عنان گیری میں بھی پوری قوت
 سے سرگرم رہیں، لیکن سلطان فرض کے حکم کی بجا آوری میں اس نے ہر مصلحت کو ٹھکرایا۔ وہ
 آگے بڑھتا گیا اور اپنی بے مثال عزیمت سے ہر خلاف قوت کو ناکام اور ہر معاندہ اقدام
 کو نامراد بنا دیا۔ وہ اس مقام پر جا پہنچا جو صرف بزرگان عزیت ہی کے حصے میں آتا ہے۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
 ہر دعی کے واسطے دار ورن کہاں

کتاب کے ممتاز خصائص

تقویتی الایمان کا موضوع توحید ہے جو دین کی بنیاد و اساس ہے اس موضوع پر اللہ
 جانے، اب تک کتنی کتابیں اور رسائلے لکھے جا چکے ہیں۔ شاہ شہید کا انداز بحث اور طرز
 استدلال سب سے نرالا ہے اور سراسر مصلحانہ ہے علماء حق کی طرح انہوں نے صرف
 کتاب و سنت کو مدار بنایا، آیات و احادیث پیش کر کے وہ نہایت سادہ اور سلیمانی انداز میں
 ان کی تشریع فرمادیتے ہیں اور توحید کو نقصان پہنچانے والی جتنی غیر مشروع رسمیں معاشرے
 میں مروج تھیں، ان کی حقیقی حیثیت دل نشین طریق پر آشکارا کر دیتے ہیں۔

انہوں نے عقیدہ عمل کی ان تمام خوفناک غلطیوں کو جو اسلام کی تعلیم توحید کے خلاف
 تھیں، مختلف عنوانوں کے ماتحت جمع کر دیا مثلاً شرک فی العلم، شرک فی الصرف، شرک فی

العادات، شرک فی العبادات۔ اسی طرح تقویۃ الایمان تو حید کے موضوع پر ایک جامع اور یگانہ کتاب بن گئی۔ علاوہ بریں:

۱- یہ کتاب شاہ شہید کے زمانے کے علمی، عملی اور ثقافتی حالت کا ایک نہایت عجیب مرقع ہے۔ اگر کوئی شخص چاہے کہ آج سے سو سال پیش تر اس وسیع ملک کے مسلمان کن کن اعتقادی، عملی اور اخلاقی امراض میں بتلا تھے تو تقویۃ الایمان اس کے لئے مستند معلوماً کا ایک نہایت اچھا ذخیرہ ہو گی۔

۲- شاہ شہید نے محض تو حید کی نظری تشریح اور اس کے لئے دعوت ہی پر اکتفانہ کی بلکہ ایسا رنگ اختیار کیا کہ پڑھنے والا اس معاشرے اور ماحول میں جا پہنچتا ہے، جس میں یہ کتاب لکھی گئی۔ اس طرح دعوت کی تاثیر و نفوذ میں بہت اضافہ ہو گیا۔

۳- اگرچہ یہ کتاب نہایت اہم موضوع پر ہے لیکن شاہ شہید نے طریق استدلال ایسا اختیار کیا کہ معمولی پڑھا لکھا آدمی اور تحریک عالم اپنے اپنے ذہنی مدارج کے مطابق اس سے یکساں مستفید ہو سکتے ہیں اور مستفید ہوتے رہے۔

۴- اگرچہ یہ اس زمانے میں لکھی گئی تھی، جب اردو شریک ابتدائی دور میں تھی لیکن شاہ صاحب کی عبارت ایسی سادہ، سلیس، شگفتہ اور دلکش ہے کہ چند مخصوص الفاظ و محاورات چھوڑ کر آج بھی ایسی دلکش کتاب لکھنا سہل نہیں۔ یقیناً اردو زبان نشووار تقاضے کے مزید مدارج طے کرنے کے بعد بھی تقویۃ الایمان کو بمحاذ اسلوب اپنا ایک گراں بہا سرمایہ تصور کرے گی۔

اعتنا اور عدم اعتنا کے متقاد مناظر

یہ امر حد درجہ تجہب انگیز ہے کہ تقویۃ الایمان اپنے گوناگون محسن کے باوجود عقیدت مندوں کے دائرے میں بھی بیک وقت اعنا اور عدم اعنا کے متقاد مناظر کا مر جع بنی رہی۔ اس کی طباعت اشاعت سے اعنا کا یہ حال کہ اردو کی کوئی دوسری کتاب اس برابری کا دم نہیں مار سکتی۔ بہت سے اشخاص و ادارات کا دستور حیات ہی یہ رہا ہے کہ ہر سال اس کے ہزاروں نسخے چھاپتے اور مفت یا تقریباً مفت تقسیم کر دیتے۔ لیکن عدم اعنا کی یہ کیفیت کہ نہ کتاب کے متن کی تصحیح و تدقیق پر کوئی قبل ذکر توجہ کی گئی نہ زمانے کے مذاق مطالعہ میں ارتقاء کے ساتھ ساتھ اس کی تبویب و تہذیب کا کوئی سروسامان کیا گیا۔ معلوم ہوتا ہے عقیدت مندوں نے بھی اسے زیادہ سے زیادہ ”تمبرک“ کا درجہ دے دیا تھا اور اس متاع عزیز سے مخصوص ربط و ضبط کا تقاضا صرف یہ سمجھ لیا تھا کہ یہ جس صورت میں آئی، اسی صورت میں آئندہ نسلوں کے حوالے کر دی جائے۔ رقم الحروف کے علم کے مطابق تصحیح متن اور تبویب مطالب کی صرف کو ششیں مختلف اوقات میں ہوئیں، لیکن وہ بھی ادھوری رہ گئیں۔

ضروری کام

اس سلسلے میں کئی ضروری کام تھے۔ جو تصنیف و تالیف کا سلیجھا ہوا مذاق رکھنے والے اصحاب کی نظر وہ سے پوشیدہ نہ رہ سکتے تھے۔ تقویۃ الایمان کے مطالعے میں بیک نظر واضح ہو سکتا ہے کہ شاہ شہید نے اپنی دوسری تصنیف کی طرح اسے بھی فلم برداشتہ لکھ ڈالا تھا۔ اس سر زمین میں احیاء اسلامیت کے جن عظیم القدر مقاصد کی خاطروہ اپنی حیات عزیز کے بیش

بہا اوقات وقف فرمائچے تھے، ان میں غیر معمولی اشتغال و انہاک کے باعث بظاہر تقویٰ
الایمان کے مسودے پر نظر ثانی کی بھی مہلت نہ مل سکی۔ کتاب کے سلسلے میں جو ضروری کام
شاہ شہید خود انجام نہ دے سکتے تھے، عقیدت مندوں کا فرض تھا کہ انہیں خود پورا کرتے۔

مثلاً:

۱- کتاب میں جا بجا ذیلی عنوانات لگائے جاتے۔ تاکہ اسکا مطالعہ زیادہ سے زیادہ سہل
اور نفع بخش بن جاتا:

۲- شاہ شہید نے حسب ضرورت احادیث کی عبارات نقل کر دی ہیں۔ ضروری تھا کہ
حوالی میں احادیث کی تخریج کی جاتی اور مطبوعہ کتابوں کے حوالے دیے جاتے۔

۳- شاہ شہید نے اپنے گرد و پیش جن غیر شرعی مراسم و مشاغل کا ہجوم دیکھا ان کا ذکر
اجمالاً کر دیا۔ بعد کے زمانے میں وہ مراسم آہستہ آہستہ ناپید ہوتے گئے۔ ضروری تھا کہ ان
کی کیفیت اختصار آبیان کر دی جاتی تاکہ پڑھنے والوں پر ان کا غیر مشرع ہونا مخفی نہ رہتا
اور وہ اس نوع کی دوسری رسموں سے احتراز کر تے، جن کی بہیت ہر دائرے میں مختلف تھی۔

۴- شاہ شہید کے زمانے میں طریق املا دوسر اتحا۔ خصوصاً علامات اوقاف کے استعمال کا
کوئی دستور نہ تھا۔ بعد میں طریق املا تدریجیاً اصلاح پاتا رہا۔ ضروری تھا کہ پرانا طریق املا
چھوڑ کر نیا طریق اختیار کیا جاتا اور جا بجا اوقاف لگادیئے جاتے تاکہ عبارت آسان افہم
بن جاتی اور کتاب کی افادی حیثیت بڑھ جاتی۔

۵- جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے تقویٰ الایمان انہی سادگی و سلامت اور عبارت کی چنگی
و دلنشیں کے اعتبار سے آج بھی ایک نادر کتاب ہے۔ تاہم اس کے بعض الفاظ و فقرات کا

مطلوب زیادہ واضح نہ تھا، ان کی تشریع ضروری تھی۔
 افسوس! ان میں سے کوئی کام نہ ہو سکا۔ بعض اصحاب نے اس طرف توجہ فرمائی تو وہ ان
 کاموں کو بقدر ضرورت پورانہ کر سکے انہیں مقاصد کی تکمیل کے لئے تقویٰۃ الایمان کی تجویب
 اور تحریج کی گئی۔

موجودہ دور

آج کتاب سے استفادے کا دائرہ بظاہر بہت وسیع ہو گیا ہے آج شاہ شہید عرف عام کے
 مطابق ”وہابیت“ نہیں بلکہ احیائے اسلامیت کے علم بردار مانے جاتے ہیں، جنہوں نے
 اس وقت پاک ہند کی وسیع سر زمین پر صحیح اسلامی حکومت کے قیام کے لئے علم جہاد بلند کیا۔
 جب مسلمانوں کی ہزار سالہ حکمرانی کے تمام نقوش مٹ رہے تھے۔ اس دور میں یہاں تپہیر
 و آزادی کا چراغ جلایا۔ جب ہر طرف بے چارگی اور مایوسی کی ظلمت چھائی ہوئی تھی اس
 حالت میں مسلمانوں کو عزم وہمت کی راہ دکھائی، جب ان کی شان فاتحیت پر نزع و اختصار
 کی کیفیت طاری تھی۔ آج ان کے مجاهدانہ کارناموں کا تذکرہ دین کی خدمت اور ملت صحیح
 تعلیم و تربیت کا ایک نہایت موثر ذریعہ سمجھا جاتا ہے لہذا تقویٰۃ الایمان کو زیادہ سے زیادہ
 جاذب اور شایان مطالعہ عام بنانا ایک بہت بڑی خدمت ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ شاہ
 شہید نے سو اس سال پیشتر جو کچھ فرمایا تھا۔ اس کی اہمیت و برتری کا ٹھیک ٹھیک اندازہ جس
 طرح موجودہ دور کر سکتا ہے پہلے ادوار نہ کر سکتے تھے۔

تقویۃ الایمان کی ترتیب

شاہ شہید نے تقویۃ الایمان کی ترتیب سے پیشہ تو حید کے اثبات اور شرک و بد عات کی تردید کے لئے آیات و احادیث جمع کی تھیں اور اس مجموعے کا نام ”رڈ الاشراک“ رکھا تھا۔ نواب صدیق حسن خاں مرحوم نے ان احادیث کی تخریج کی اور مجموعے کو ”الادرار لِتَخْرِيج احادیث رڈ الاشراک“ کے نام سے شائع کر دیا۔ شاہ شہید نے اس مجموعے کے صرف ابتدائی حصے کو اردو کا جامہ پہنایا اور یہی تقویۃ الایمان ہے۔ باقیہ حصے کو مولوی سلطان محمد مرحوم نے تذکیرہ الاخوان کے نام سے اردو میں شائع کیا۔

یقینی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ تقویۃ الایمان کس زمانے میں لکھی گئی۔ اس میں ایک مقام کعبہ مقدسہ کے صحن کا منظر پیش کیا گیا جس سے دل پر اثر پڑتا ہے کہ یہ منظر چشم دید ہے، لہذا سمجھا جاسکتا ہے کہ کتاب سفر حج سے واپس آ کر لکھی گئی۔ ملا صاحب بغدادی نے بعض اصحاب کی انگیخت سے تقویۃ الایمان پر کچھ اعتراضات کئے تھے شاہ شہید نے اس کے جواب میں ایک خط کانپور سے لکھا تھا، جس پر ۱۲۳۰ھ درج ہے۔ اس سے بھی یہی اندازہ ہوتا ہے کہ کتاب سفر حج سے مراجعت پر ۱۲۳۰ھ کے اوائل میں لکھی گئی۔ اس زمانے میں شاہ شہید ہمہ تن دعوت و تنظیم و جہاد کے لئے وقف ہو چکے تھے اور یہ جمادی الآخری ۱۲۳۱ھ کو جہاد کے لئے روانہ ہو گئے۔

ملا صاحب بغدادی نے تو شاہ شہید کا مکتوب پڑھ کر اپنی غلطی تسلیم کر لی، علمائے دہلی میں جس شخص نے شاہ شہید کی مخالفت میں زیادہ نمایاں حیثیت حاصل کی، وہ مولانا فضل حق خیر

آبادی ہیں جن کے متعلق اب عام طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے کہ علم و فضل میں بلند مرتبہ ہونے کے باوجود ان کے اعتقادی نظریے عوامی تھے۔ انہوں نے حضرت رسول اللہ ﷺ کی نظریہ کے امکان و امتناع کا مسئلہ چھیڑ دیا اور قدرت و مشیت کا فرق پیش نظر نہ رکھا۔ شاہ شہید نے رسالہ یک روزی میں ان تمام اعتراضات کو بے بنیاد ثابت کر دیا۔ یہ بحثیں تفصیلًا یہاں درج نہیں کی جاسکتیں۔

تقویۃ الایمان کے مختلف نسخے

کتاب کی ازسرنوت ترتیب و تہذیب کے سلسلے میں سب سے پہلا کام یہ تھا کہ ایسے نسخے فراہم کئے جاتے، جن پر بظاہر زیادہ اعتماد کی گنجائش تھی۔ جو نسخے پیش نظر ہے ان کی کیفیت یہ ہے

۱۔ قلمی نسخہ مکتبہ لے ذیقعدہ ۱۲۵۲ھ (۱۸۳۷ء) فروری ۱۳۱۳ء، کل ۱۲۳ صفحات، فی صفحہ ۱۲۶ سطر، فی سطر ۱۶ الفاظ۔ راقم کے علم میں یہ سب سے پرانا مخطوطہ ہے۔ بعض اور اق قدرے خورده ہیں۔ ابتدائی آٹھ صفحے غائب ہیں۔

۲۔ قلمی نسخہ صفحات ۲۳۷ فی صفحہ ۸ سطر، فی سطر ۱۳ الفاظ، کتابت عمدہ، کاغذ اچھا تاریخ کتابت درج نہیں۔

یہ دونوں نسخے خلیل الرحمن صاحب داؤدی نے مرجمت فرمائے۔

۳۔ تقویۃ الایمان مطبوعہ مطبع دارالعلوم دہلی ۱۸۷۲ء کل ۹۲ صفحات۔ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ کون سا ایڈیشن ہے۔ ہمیں اب تک اس سے بیشتر کامطبوعہ نسخہ نہیں مل سکا۔

۲۔ نستعلیق ٹائپ کا نسخہ۔ یہ مولانا محمد حسن صاحب رحمہ اللہ کی تصحیح، مولوی عبداللطیف

رحمہ اللہ اور مولوی کامل رحمہ اللہ کے اہتمام منشی غلام مولا رحمہ اللہ منشی واجد صاحب رحمہ اللہ کی گمراہی میں مطبع محسنی کلکٹنہ میں طبع ہوا تھا تاریخ اتمام طباعت ۱۸۵۲ء ہے۔ اس میں متن کی تصحیح کا خاص اہتمام کیا گیا تھا عبارت کے مقابلے میں معلوم ہوا کہ مصحح نے کچھ عبارتیں بدل دی ہیں۔

ان کے علاوہ مختلف ایڈیشن پیش نظر ہے، جن سے بطور خاص قابل ذکر جمعیت دعوت تبلیغ کا شائع کردہ ایڈیشن ہے، جو مولانا محبی الدین قصور رحمہ اللہ نے مرتب فرمایا تھا۔

اصول ترتیب

کتاب کی ازسرنو ترتیب و تہذیب کے اصول و حدود کے متعلق ان اصحاب علم و فضل سے مفصل گفتگو میں ہوئیں، جو اس بارے میں رائے دینے کے اہل تھے۔ بعض کا خیال تھا کہ غیر متبادل الفاظ و محاورات بدل دینے جائیں اور بعض پیچیدہ عبارتوں میں اتنی ترمیم ضرور کر دی جائے کہ ان کا مفہوم عہد حاضر کی کتابوں کے مطابعے کی عادی طبیعتوں پر بے تکلف واضح ہو جائے۔ اس قسم کی جزوی ترمیمیں پہلے بھی ہوچکی تھیں، لیکن عمیق غور فکر کے بعد یہی مناسب ہوا کہ کسی حصے میں کوئی ترمیم نہ کی جائے اور متن کو انتہائی تحقیق و کاوش سے درست کر کے بعینہ چھاپ دیا جائے۔ صرف اتنا کیا کہ شاہ شہید کے عہد کا طریق املا چھوڑ کر مروجہ طریق اختیار کر لیا۔ مثلاً:

۱۔ شاہ شہید کے زمانے میں بعض الفاظ ملکر لکھنے کا دستور تھا مثلاً ”ملکر“، ”ہمکو“، پیش نظر

کتاب میں ہر لفظ الگ الگ لکھا کیا ہے۔

۲- شاہ شہید کے زمانے میں ”ہو“ اور ”جائے“ کو ہوئے ”اور“ جاوے“ لکھتے تھے پیش نظر کتاب میں موجودہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔

۳- پوری کتاب میں جا بجا اوقاف لگادیئے ہیں تاکہ فقرے اور جملے ممتاز رہیں۔ اس سلسلے میں بعض مقامات سے ”اور“ یا اس قسم کے دوسرے الفاظ حذف کر دیئے، جو اصل الٹی واو (کاما) اور وقفے (ڈلیش) کا بدل تھے۔

ہمارے نزدیک ان میں سے کسی بھی چیز کو متن میں تبدیلی قرآنیں دیا جا سکتا اور یہ صرف طریق املا کا اختلاف ہے۔

۴- جن الفاظ یا فقرات کا مفہوم تو پنج طلب تھا، ان کی توضیح حاشیے میں کردی گئی ہے، یا متن میں قوسین کے اندر ایک لفظ یا چند الفاظ بڑھادیئے گئے۔

۵- جو احادیث متن میں جزو اُنقل تھیں، انہیں حاشیے میں مکمل کر دیا گیا ہے۔

۶- شاہ شہید نے بعض آیات کے ترجمے میں صرف مطالب قرآنی اور اپنا مقصد پیش نظر رکھا۔ ایسی آیات کے لفظی ترجمے کے سلسلے میں شاہ عبدالقدار محدث رحمہ اللہ کا ترجمہ درج کر دیا گیا ہے۔

آخری گزارش

اپنی ناچیز بساط کے مطابق انتہائی کوشش کی کہ کتاب کا مطالعہ زیادہ سے زیادہ سہل اور جاذب اظہار و قلوب بن جائے۔ اگر اس سلسلے میں کچھ کامیابی حاصل ہوئی تو اسے اللہ تعالیٰ

کے فضل لایزال کا کرشمہ سمجھتے ہیں۔ اگر کہیں فروگز اشت ہوئی تو اسے اپنے فکر و نظر کی لغزش
تصور کرتے ہوئے قارئین کرام سے معذرت خواہ ہیں۔ مقصود اس کے سوا کچھ نہیں کہ شاہ
شہید رحمہ اللہ کے اس اہم دینی کارنامے سے استفادے کا دائرہ زیادہ سے زیادہ وسیع ہوا ور
مسلمان حقیقی معنی میں مسلمان بن جائیں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ . وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى
سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ .

غلام رسول مہر

اللّٰہٗ تیرا ہزار بار شکر ہے کہ تو نے ہم پر بے شمار نعمتیں برسائیں، ہمیں اپنے سچے دین کی رہبری فرمائی، سیدھی راہ پر چلا یا، موحد بنایا، پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کا امتحی بنایا، دین کا شوق دیا اور دینداروں کی محبت عطا فرمائی۔ اے رب ہماری طرف سے اپنے پیارے پیغمبر علیہ السلام

پر، ان کے اہل و عیال پر، ان کے صحابہ کرام پر اور ان کے جانشینوں پر اپنی رحمت و سلامتی کی بارش نازل فرم۔ ہمیں بھی ان میں شامل فرم اور اسلامی زندگی بس رکنے کی توفیق دے اور اسلام پر ہمارا خاتمہ فرم اور ان کے تابع داروں کی فہرست میں ہمارا بھی نام لکھ لے آمین۔

بندہ اور بندگی

امّا بعد۔ انسان سب ہی اللّٰہ کے بندے ہیں بندے کا کام بندگی بجالانا ہے جو بندہ بندگی سے جی چرائے وہ بندہ نہیں۔ بندگی کا دار و مدار ایمان کی اصلاح پر ہے۔ جس کے ایمان میں خلل ہے اس کی بندگی غیر مقبول ہے اور جس کا ایمان درست ہے اور اس کی تھوڑی سی بندگی بھی قابل قدر ہے لہذا ہر مسلمان کا فرض ہے کہ ایمان کو درست کرنے کی کوشش کرے اور اصلاح ایمان کو تمام چیزوں پر مقدم رکھے۔

زمانے کی حالت

اس زمانے میں لوگوں نے مختلف راہیں اختیار کر رکھی ہیں۔ بعض باب دادا کی رسماں پر چلتے ہیں، بعض بزرگوں کے طریقوں کو اچھا سمجھتے ہیں، بعض علماء کی خود تراشیدہ باتوں کو بطور سند پیش کرتے ہیں اور بعض عقلي گھوڑے دوڑاتے ہیں اور دینی باتوں میں عقل کو دخل دیتے ہیں۔

سب سے بہتر راہ

بہترین راہ یہ ہے کہ قرآن و حدیث کو معیار بنایا جائے۔ شرعی امور میں عقل سے دخل نہ دیا جائے اور ان ہی دو چشموں (یعنی قرآن و حدیث) سے روح کو سیراب کیا جائے۔ بزرگوں کی جوبات، علماء کا جو مسئلہ اور براذری کی جو رسم قرآن و حدیث کے موافق ہواں کو مان لیا جائے اور جو اس کے خلاف ہوا سے چھوڑ دیا جائے۔

وَيَنِّ كُو سمجھنا مشکل نہیں

عوام میں یہ بات مشہور ہے کہ قرآن و حدیث کا سمجھنا بڑا مشکل ہے، اس کے لئے بڑے علم کی ضرورت ہے، ہم جاہل کس طرح سمجھ سکتے ہیں اور کس طرح اس کے موافق عمل کر سکتے ہیں اس پر عمل بھی صرف ولی اور بزرگ ہی کر سکتے ہیں ان کا خیال قطعی بے بنیاد ہے، کیونکہ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ قرآن پاک کی باتیں صاف اور سلیمانی ہوئی ہیں۔

﴿وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَمَا يَكُفُرُ بِهَا إِلَّا الْفَاسِقُونَ﴾

بلاشبہ ہم نے آپ ﷺ پر صاف صاف آیتیں اشاری ہیں ان کا انکار فاسق ہی کرتے ہیں۔ (ابقرہ: ۹۹)

یعنی ان کا سمجھنا کچھ بھی مشکل نہیں نہایت آسان ہے البتہ ان پر عمل کرنا مشکل ہے، کیونکہ نفس کو فرماں برداری مشکل معلوم ہوتی ہے، اسی لئے نافرمان ان کو نہیں مانتے۔

رسول کیوں آئے

قرآن و حدیث کو سمجھنے کے لئے کچھ زیادہ علم کی ضرورت نہیں، کیونکہ پیغمبر نادانوں کو راہ بتانے کے لئے، جاہلوں کو سمجھانے کے لئے اور بے علموں کو علم سمجھانے ہی کے لئے آئے تھے، فرمایا:

﴿فُوَالَّذِي بَعَثَ فِي الْأَمَمِنَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتَلَوَّا عَلَيْهِمْ أَيْتَهُمْ وَيُرَكِّبُهُمْ وَيُعْلَمُهُمُ الْكِتَبَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾

اسی نے ناخواندوں میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں (شرک و کفر سے) پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ یقیناً پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے۔ (سورہ الجمیع: ۲)

یعنی حق تعالیٰ کی یہ بڑی زبردست نعمت ہے کہ اس نے ایسا رسول مبعوث فرمایا جس نے ناواقفوں کو واقف، ناپاکوں کو پاک، جاہلوں کو عالم، نادانوں کو دانا اور گمراہوں کو راہ یافتہ بنادیا۔ اس آیت کو سمجھنے کے بعد اب بھی اگر کوئی شخص یہ کہنے لگے کہ قرآن سمجھنا عالموں اور اس پر عمل کرنا بڑے بڑے بزرگوں ہی کا کام ہے تو اس نے اس آیت کو ٹھکرایا اور رب کی

اس جلیل الشان نعمت کی ناقد ری کی بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ اس کو سمجھ کر جاہل عالم اور گمراہ عمل کر کے بزرگ بن جاتے ہیں۔

حکیم اور بیمار کی مثال

مثال کے طور پر یوں سمجھو کر ایک دانا حکیم ہے اور ایک شخص کسی بڑی بیماری میں مبتلا ہے ایک شخص اس بیمار سے از راہمد روی کہتا ہے کہ تم فلاں حکیم کے پاس جا کر اپنا علاج کرالو لیکن بیمار کہتا ہے کہ اس کے پاس جانا اور اس سے علاج کرنا ان تندرستوں کا کام ہے جن کی صحت بہت اچھی ہو، میں تو سخت بیمار ہوں بھلا میں کس طرح جا کر علاج کر اسکتا ہوں۔ کیا تم اس بیمار کو خبطی نہ سمجھو گے کہ نادان اس حاذق حکیم کی حکمت کو نہیں مانتا۔ کیونکہ حکیم تو بیماروں ہی کے لئے ہوتا ہے جو تندرستوں کا علاج کرے حکیم کیسے ہوا؟ مطلب یہ کہ جاہل اور گناہ گار کو بھی قرآن و حدیث کے سمجھنے اور احکام شرعیہ پر انتہائی سرگرمی سے عمل کرنے کی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی کہ ایک عالم اور بزرگ کو، الہنا ہر خاص و عام کا فرض ہے کہ کتاب و سنت ہی کی تحقیق میں لگا رہے۔ انہیں کو سمجھنے کی کوشش کرے، انہیں پر عمل کرے اور انہیں کے سانچوں میں ایمان ڈھالے۔

تو حید و رسالت

یاد رکھو ایمان کے دو اجزاء ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کو وال سمجھنا۔

(۲) رسول کو رسول تسلیم کرنا۔

اللہ کو الہ مطلق سمجھنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے اور رسول کو رسول تسلیم کرنا یہ ہے کہ انہیں کی راہ اختیار کی جائے۔ پہلا حصہ تو حید ہے اور دوسرا حصہ اتباع سنت ہے۔ تو حید کی ضد شرک ہے اور سنت کی ضد بدعت ہے، ہر مسلمان کا فرض ہے کہ تو حید۔ اور اتباع سنت پر مضبوطی سے قائم رہے۔ انہیں سینے سے لگائے رکھے اور شرک و بدعت سے بچتا رہے۔ شرک و بدعت ہی متابع ایمان کے گھن ہیں جن سے ایمان جاتا رہتا ہے دوسرے گناہوں سے صرف اعمال میں خلص پیدا ہوتا ہے اس لئے جو شخص موحد اور قائم ہو، شرک و بدعت سے تنفر ہوا اور اس کے پاس بیٹھنے سے تو حید و اتباع سنت کا شوق پیدا ہوا ہو، اسی کو استاد و پیر سمجھنا چاہئے۔

رسالہ تقویۃ الایمان

ہم نے اس رسالہ میں چند آیتیں اور حدیثیں جن میں تو حید اور اتباع سنت کا بیان ہے اور شرک و بدعت کی برائی ہے، جمع کردی یہں جن کا ترجمہ شلفتہ اور سلیس اردو میں کر دیا گیا ہے اور ان پر مختصر نوٹ بھی وضاحت کے لئے دیئے گئے ہیں تاکہ ہر خاص و عام اس سے فائدہ اٹھا سکے اور جس کو اللہ تعالیٰ چاہے سیدھی راہ پر لے آئے۔ اللہ کرے ہمارا یہ کام ہماری اخروی نجات کا سبب بن جائے آمین۔ اس کا نام ”تقویۃ الایمان“ ہے اس میں دو باب ہیں پہلے باب میں تو حید کا بیان اور شرک کی برائی ہے اور دوسرے باب میں اتباع سنت کا بیان اور بدعت کی برائی ہے۔

پہلا باب

توحید کا بیان

عوام کی بے خبری

عام طور پر لوگوں میں شرک پھیلا ہوا ہے۔ توحید نایاب ہے اکثر ایمان کے دعویٰ دار توحید و شرک کے معنی نہیں سمجھتے مسلمان ہیں مگر بے شوری میں شرک میں گرفتار ہیں، لہذا پہلے توحید و شرک کے معنی سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے تاکہ قرآن و حدیث سے ان کی بھلائی اور برائی معلوم ہو سکے۔

شرک کے کام

عموماً لوگ آڑے وقت پیروں کو، پیغمبروں کو، اماموں کو، شہیدوں کو، فرشتوں کو اور پریوں کو پکارتے ہیں انہیں سے مرادیں مانگتے ہیں۔ انہیں کی ملتیں مانتے ہیں۔ مرادیں برلانے کے لئے انہیں پرندرو نیاز چڑھاتے ہیں اور بیماریوں سے بچنے کے لئے اپنے بیٹوں کو انہیں کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ کسی کا نام عبد النبی، کسی کا علی بخش، کسی کا حسین بخش، کسی کا پیر بخش، کسی کا مدار بخش، کسی کا سالار بخش، کسی کا غلام مجی الدین اور کسی کا غلام معین الدین وغیرہ ہے کوئی کسی کے نام کی چوٹی رکھتا ہے، کوئی کسی کے نام کے جانور ذبح کرتا ہے، کوئی مشکل پڑنے پر کسی کو پکارتا ہے اور کوئی کسی کی قیمت کھاتا ہے۔ غیر مسلم جو معاملہ دیوی دیوتاوں

سے کرتے ہیں وہی یہ نہاد مسلمان انبیاء، اولیاء، ائمہ، شہداء، ملائکہ اور پریوں سے کرتے ہیں اس کے باوجود مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اللہ پاک نے چیز فرمایا:

﴿وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ﴾

اکثر لوگ اللہ پر ایمان لا کر بھی شرک کرتے ہیں۔ (سورہ یوسف: ۱۰۶)

دعویٰ ایمان کا، کام شرک کے

یعنی اکثر دعویداران ایمان شرک کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں اگر کوئی ان سے کہے کہ تم دعویٰ تو ایمان کا کرتے ہو مگر شرک میں گرفتار رہتے ہو، کیوں شرک وایمان کی متضاد را ہوں کو ملا رہے ہو، تو وہ یہ جواب دیتے ہیں کہ ہم شرک نہیں کر رہے بلکہ انبیاء اور اولیاء سے محبت رکھتے ہیں اور ان کے عقیدت مند ہیں۔ شرک تو تب ہوتا جب ہم انہیں اللہ کے برابر سمجھتے۔ ہم تو انہیں اللہ کے بندے اور مخلوق ہی سمجھتے ہیں اللہ نے انہیں قدرت و تصرف بخشنا ہے یہ اللہ ہی کی مرضی سے دنیا میں تصرف کرتے ہیں ان کو پکارنا اللہ ہی کو پکارنا ہے اور ان سے مدد مانگنا اللہ ہی سے مدد مانگنا ہے، یہ لوگ اللہ کے پیارے ہیں جو چاہیں کر سیں۔ یہ ہمارے سفارشی اور وکیل ہیں۔ ان کے ملنے سے رب مل جاتا ہے اور ان کے پکارنے سے رب کا تقریب حاصل ہوتا ہے، جتنا ہم انہیں مانیں گے اسی نسبت سے ہم اللہ کے نزدیک ہوتے چلے جائیں گے۔ اور اس قسم کی فضول باتیں کی جاتی ہیں۔

قرآن کا فیصلہ

ان سب باتوں کا واحد سبب یہ ہے کہ یہ لوگ قرآن و حدیث چھوڑ بیٹھے۔ شریعت میں

عقل سے کام لیا۔ جھوٹے افسانوں کے پچھے لگے ہوئے ہیں اور غلط رسماں کو دیلوں میں پیش کرتے ہیں اگر ان کے پاس قرآن و حدیث کا علم ہوتا تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے بھی مشرک اسی قسم کی دلیلوں کو پیش کیا کرتے تھے۔ اللہ پاک کا ان پر غصہ نازل ہوا، اور اس نے انہیں جھوٹا بتایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضْرُبُهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ
هُوَ لَا إِلَهَ إِلَّا شُفَاعَاؤُنَا إِنَّ اللَّهَ قُلْ أَتُتَّبِعُونَ اللَّهُ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَاوَاتِ
وَلَا فِي الْأَرْضِ سُبْحَنَهُ وَتَعَلَّى عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾

وہ اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کو پوچھتے ہیں جو انہیں نہ نقصان پہنچا سکیں اور نہ نفع، اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے بیہاں ہمارے سفارشی ہیں آپ فرمادیں کہ تم اللہ کو وہ خبر دے رہے ہو جسے وہ آسمان و زمین میں نہیں جانتا (یعنی جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے) وہ ان کے شریکوں سے پاک و برتر ہے۔ (سورہ یوس: ۱۸)

اللہ کے سوا کوئی قادر نہیں

یعنی مشرک جن چیزوں کے پرستار ہیں وہ بالکل بے بس ہیں۔ ان میں نہ کسی کو فائدہ پہنچانے کی قدرت ہے اور نہ نقصان کی اور ان کا یہ کہنا کہ اللہ کے پاس ہماری سفارش کریں گے، غلط ہے کیونکہ اللہ نے یہ بات بتائی نہیں، پھر کیا تم آسمان و زمین کی باتوں کو اللہ سے زیادہ جانتے ہو جو تم کہتے ہو کہ وہ ہمارے سفارشی ہوں گے؟ معلوم ہوا کہ کائنات میں کوئی کسی کا ایسا سفارشی نہیں کہ اگر اس کو مانا جائے تو وہ فائدہ پہنچائے، اگر نہ مانا جائے تو

نقسان پہنچائے، بلکہ انبیاء اور اولیاء کی سفارش بھی اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ آڑے وقت ان کے پکارنے یا نہ پکارنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو کوئی کسی کو اپنا سفارشی سمجھ کر پوچھ جو وہ بھی مشرک ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِي مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَذِبُ كَفَّارُ﴾

دیکھو اللہ ہی کے لئے خالص دین ہے اور جو اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو حمایتی بناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ان کی صرف اس لئے عبادت کرتے ہیں کہ وہ ہم کو مرتبہ میں اللہ کے نزدیک کر دیں، یقیناً اللہ ان کے اختلافات میں فیصلہ فرمائے گا۔ یاد رکھو کہ اللہ جھوٹے اور ناشکرے کی رہبری نہیں فرماتا۔ (سورہ الزمر: ۳)

اللہ کے سوا کوئی حمایتی نہیں

یعنی حق بات تو یہ تھی کہ اللہ انسان سے بہت ہی قریب ہے لیکن اس کو چھوڑ کر یہ بات تراشی کہ بت ہمیں اللہ سے قریب کر دیں گے اور ان کو اپنا حمایتی سمجھا اور اللہ کی اس نعمت کو کہ وہ براہ راست سب کی سنتا ہے اور سب کی امیدیں برلاتا ہے ٹھکرایا اور غیروں سے دعائیں کرنے لگے کہ وہ ان کی امیدیں بر لائیں اور پھر طریقہ کہ غلط اور نامعقول راہ سے اللہ کا قرب بھی تلاش کیا جاتا۔ بھلا ان احسان فراموشوں اور جھوٹوں کو کیسے ہدایت ہو سکتی ہے۔ یہ تو اس طریقہ راہ پر جس قدر چلیں گے اسی قدر سیدھی راہ سے دور ہوتے جائیں گے۔

اللہ کے سو اکوئی کار ساز نہیں

اس سے معلوم ہوا کہ جو کوئی غیر وہ کو یہ سمجھ کر پوچھے کہ ان کے پوچھنے سے اللہ کی نزدیکی مل جائے گی وہ مشرک، جھوٹا اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کو ٹھکرایا ہے والا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قُلْ مَنْ بِيَدِهِ مَلْكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ☆ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ قُلْ فَإِنِّي تُسْخَرُونَ﴾

آپ فرمادیں کہ ایسا شخص کون ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا تصرف و اختیار ہے اور وہ پناہ دینے والا بھی ہوا اور اس کے مقابلے پر کوئی اور پناہ بھی نہ دے سکے اگر تمہیں علم ہے (تو جواب دو)؟ وہ یہی جواب دیں گے کہ اللہ ہی ہے آپ فرمادیں پھر تم کیوں دیوانے بنے جاتے ہو؟ (سورہ المؤمنون: ۸۸-۸۹)

یعنی اگر مشرکوں سے بھی پوچھا جائے کہ کائنات عالم میں وہ کون ہے جس کا تصرف و اختیار ہے اور جس کے مقابلے پر اگر کوئی کھڑا نہ ہو سکے تو وہ اللہ ہی کو بتائیں گے پھر غیر وہ کا مانا دیوائی نہیں تو اور کیا ہے؟ معلوم ہوا کہ اللہ نے کسی کو کائنات میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں بخشی اور نہ ہی کوئی کسی کا حمایتی ہو سکتا ہے۔ علاوہ ازیں عہد رسالت کے مشرک بھی بتوں کو اللہ کے برابر نہیں جانتے تھے بلکہ انہیں اسی کے بندے اور مخلوق سمجھتے تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ ان میں اللہ تو تین نہیں ہیں، مگر انہیں پکارنا، ان کی منتیں مانا، ان پر بھینٹ چڑھانا اور انہیں وکیل اور سفارشی سمجھنا ہی ان کا شرک تھا۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ جو کوئی کسی سے ایسا ہی بتاؤ کرے اگرچہ اسے بندہ اور مخلوق سمجھتا ہو، وہ اور ابوجہل دونوں

شُرک میں برابر ہیں۔

شُرک کی حقیقت

شُرک یہی نہیں ہے کہ کسی کو اللہ کے برابر یا اس کے مقابلے کا مانا جائے بلکہ شُرک یہ بھی ہے کہ جو چیزیں اللہ پاک نے اپنی ذات والاصفات کے لئے مخصوص فرمائی ہیں اور بندوں پر بندگی کی علامتیں قرار دی ہیں انہیں غیروں کے آگے بجالا یا جائے مثلاً سجدہ، اللہ کے نام کی قربانی، منت، مشکل کے وقت پکارنا، اللہ تعالیٰ کو بذاتہ ہر جگہ حاضر سمجھنا، قدرت و تصرف وغیرہ میں دوسروں کا بھی کچھ حصہ جانا، سب شُرک کی مختلف شکلیں ہیں، سجدہ صرف اللہ ہی کی ذات اقدس کے لئے مخصوص ہے، قربانی اسی کے لئے کی جاتی ہے، منت اسی کی مانی جاتی ہے، مشکل کے وقت اسی کو پکارا جاتا ہے، وہی ہر جگہ حاوی و نگران ہے اور ہر طرح کا تصرف و اختیار اسی کے قبضے میں ہے، اگر ان میں سے کوئی صفت غیر اللہ میں بھی مانی جائے تو شُرک ہے گو اس کو اللہ سے چھوٹا ہی سمجھا جائے اور اللہ کی مخلوق اور اس کا بندہ ہی مانا جائے۔ پھر اس معاملہ میں نبی، ولی، جنت، شیطان، بھوت، پریت اور پری وغیرہ سب برابر ہیں جس سے بھی یہ معاملہ کیا جائے شُرک ہو گا اور کرنے والا مشکر ہو جائے گا۔ چنانچہ اللہ پاک نے بت پرستوں کی طرح یہودیوں اور عیسائیوں پر بھی عتاب کیا ہے حالانکہ وہ بت پرست نے تھے البتہ انبیاء اور اولیاء سے ایسا ہی معاملہ رکھتے تھے، فرمایا:

﴿إِتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِّيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوْا إِلَهًا وَاحِدًا لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَنَهُ عَمَّا

یُشِرِکُونَ ﴿۱﴾

انہوں نے اللہ کے بجائے اپنے علماء اور درویشوں کو رب بنا لیا اور مسیح ابن مریم کو بھی، حالانکہ انہیں ایک ہی اللہ کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا جسکے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں جو مشرکوں کے شرک سے پاک اور بلند و برتر ہے۔ (سورہ التوبہ: ۳۱)

یعنی اللہ کو تو سب سے بڑا مالک جانتے ہیں اور اس سے چھوٹے دوسرے مالکوں کے بھی قائل ہیں جو ان کے مولوی اور درویش ہیں، انہیں اس بات کا حکم نہیں ملا وہ شرک کر رہے ہیں۔ اللہ پاک تو تن تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا اس بے بس بندے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿إِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا أَتَى الرَّحْمَنَ عَبْدًا﴾
﴿أَحْصَمُهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا﴾
﴿وَكُلُّهُمْ أَتَيْهِ يَوْمَ الْقِيَمَةَ فَرِدًا﴾

آسمان و زمین کا ایک شخص رحمٰن کے سامنے غلامانہ حیثیت میں آنے والا ہے۔ رب نے انہیں شمار کر رکھا ہے اور ایک ایک کو گن رکھا ہے اور سارے اس کے سامنے فردا فردا آنے والے ہیں۔ (سورہ مریم: ۹۳-۹۵)

یعنی انسان ہو یا فرشتہ اللہ کا غلام ہے اللہ کے سامنے اس کا اس سے زیادہ رتبہ نہیں، یہ اللہ کے قبضے میں ہے اور عاجزو بے بس ہے اس کے اختیار میں کچھ نہیں، سب کچھ مالک الملک کے اختیار میں ہے۔ وہی سب پر قابض و متصرّف ہے۔ کسی کو کسی کے قبضے میں نہیں دیتا۔ وہاں نہ کوئی کسی کا وکیل بننے گا اور نہ حمایتی۔ قرآن پاک میں ان مضامین کے سلسلے میں سینکڑوں آیتیں ہیں لیکن ہم نے نمونے کے طور پر چند آیتیں لکھ دی ہیں جس شخص نے انہیں

سچھ لیا وہ ان شاء اللہ شرک اور تو حید کو اچھی طرح سمجھ جائے گا۔

شرک کی فسمیں

اب یہ جانا ضروری ہے کہ اللہ پاک نے کون کون سی چیزیں اپنی ذات کے لئے مخصوص فرمائی ہیں تاکہ ان میں کسی کو شریک نہ کیا جائے۔ ایسی چیزیں بے شمار ہیں، ہم یہاں چند چیزوں کو بیان کر کے قرآن و حدیث سے ثابت کریں گے تاکہ لوگ ان کی مدد سے دوسری باتیں سمجھ لیں۔

۱- علم میں شرک

پہلی چیز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بحیثیت علم ہر جگہ حاضر و ناظر ہے یعنی اس کا علم ہر چیز کو گھیرے میں لئے ہوئے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ہر چیز سے ہر وقت باخبر ہے۔ خواہ وہ چیز دور ہو یا قریب، پوشیدہ ہو یا ظاہر، آسمانوں میں ہو یا زمینوں میں، پہاڑوں کی چوٹیوں پر ہو یا سمندروں کی تہ میں، یہ اللہ ہی کی شان ہے کسی اور کی یہ شان نہیں۔ اگر کوئی اٹھتے بیٹھتے کسی غیر اللہ کا نام لے یا دور و نزدیک سے اسے پکارے کہ وہ اس کی مصیبت رفع کر دے یا دشمن پر اس کا نام پڑھ کر حملہ کرے یا اس کے نام کا ختم پڑھے یا اس کے نام کا اور در کھے یا اس کا تصور ذہن میں جائے اور یہ عقیدہ رکھے کہ جس وقت میں زبان سے اس کا نام لیتا ہوں یادل میں تصور یا اس کی صورت کا خیال کرتا ہوں یا اس کی قبر کا دھیان کرتا ہوں تو اس کو خبر ہوتی ہے۔ میری کوئی بات اس سے چھپی ہوئی نہیں۔ اور مجھ پر جو حالات گزرتے ہیں جیسے

بیماری و صحت، فراغی و تنگی، موت و حیات اور غم و مسرت اس کو ان سب کی ہر وقت خبر رہتی ہے جو بات میری زبان سے نکلتی ہے وہ اسے سن لیتا ہے اور میرے دل کے خیالات اور تصورات سے واقف رہتا ہے۔ ان تمام باتوں سے شرک ثابت ہو جاتا ہے۔ یہ شرک فی اعلم ہے یعنی حق تعالیٰ جیسا علم غیر اللہ کے لئے ثابت کرنا۔ بلاشبہ اس عقیدے سے انسان مشرک ہو جاتا ہے خواہ یہ عقیدہ کسی بڑے سے بڑے انسان کے متعلق رکھے یا مقرب سے مقرب فرشتے کے بارے میں، چاہے ان کا یہ علم ذاتی سمجھا جائے یا اللہ کا عطا کیا ہوا، ہر صورت میں شرکیہ عقیدہ ہے۔

۲- تصرف میں شرک

کائنات میں ارادے سے تصرف و اختیار کرنا، حکم چلانا، خواہش سے مارنا اور زندہ کرنا، فراغی و تنگی، تند رستی و بیماری، فتح و شکست، اقبال و ادبار، مرادیں برلانا، بلا کمیں ٹالنا، مشکل میں دستگیری کرنا اور وقت پڑنے پر مدد کرنا یہ سب کچھ اللہ ہی کی شان ہے کسی غیر اللہ کی یہ شان نہیں، خواہ وہ کتنا ہی بڑا انسان یا فرشتہ کیوں نہ ہو۔ پھر جو شخص اللہ کے بجائے کسی اور میں ایسا تصرف ثابت کرے، اس سے مرادیں مانگے اور اسی غرض سے اس کے نام کی منت مانے یا قربانی کرے اور مصیبت کے وقت اس کو پکارے کہ وہ اس کی بلا کمیں ٹال دے، ایسا شخص مشرک ہے اور اس کو شرک فی التصرف کہا جاتا ہے۔ یعنی اللہ کا ساتھ تصرف غیر اللہ میں مان لینا شرک ہے خواہ وہ ذاتی مانا جائے یا اللہ کا دیا ہوا۔ ہر صورت میں یہ عقیدہ شرکیہ ہے۔

۳- عبادت میں شرک

اللہ تعالیٰ نے بعض کام اپنی عبادت کے لئے مخصوص فرمادیئے ہیں جن کو عبادات کہا جاتا

ہے جیسے سجدہ، رکوع ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا، اللہ کے نام پر خیرات کرنا، اس کے نام کا روزہ رکھنا اور اس کے مقدس گھر کی زیارت کے لئے دور دور سے سفر کر کے آنا اور ایسی بہیت میں آنا کہ لوگ بیچان جائیں کہ یہ زائرین حرم ہیں۔ راستے میں اللہ ہی کا نام پکارنا، نامعقول باتوں سے اور شکار سے بچنا، پوری احتیاط سے جا کر اس کے گھر کا طواف کرنا، اس کی طرف سجدہ کرنا، اس کی طرف قربانی کے جانور لے جانا، وہاں منتیں ماننا، کعبہ پر غلاف چڑھانا، کعبہ کی چوکھت کے آگے کھڑے ہو کر دعائیں مانگنا دین و دنیا کی بھلائیاں طلب کرنا، حجر اسود کو چومنا، کعبہ کی دیوار سے منہ اور چھاتی لگانا، اس کا غلاف پکڑ کر دعائیں مانگنا، اس کے چاروں طرف روشنی کرنا، اس میں خادم بن کر ہنا، جھاڑ و دینا، حاجیوں کو پانی پلانا، وضو کے لئے اور غسل کے لئے پانی مہیا کرنا، آب زمزم کو تبرک سمجھ کر پینا، بدن پر ڈالنا، سیر ہو کر پینا، آپس میں تقسیم کرنا، عزیز وقار ب کے لئے لے جانا، اس کے آس پاس کے جنگل کا ادب و احترام کرنا، وہاں شکار نہ کرنا، درخت نہ کاٹنا، گھاس نہ اکھاڑنا، جانور نہ چڑانا، یہ سب کام اللہ نے اپنی عبادت کے طور پر مسلمانوں کو بتائے ہیں۔ پھر اگر کوئی شخص نبی کو یادوں کو یا بھوت و پریت کو یاد جن و پری کو یا کسی سچی یا جھوٹی قبر کو یا کسی کے تھان یا چلے کو یا کسی کے مکان و نشان کو یا کسی کے تبرک و تابوت کو سجدہ کرے یا رکوع کرے یا اس کے لئے روزہ رکھے یا ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو جائے یا چڑھاوا چڑھائے یا ان کے نام کا جھنڈا لگائے یا جاتے وقت ائمہ پاؤں چلے یا قبر کو چوئے یا قبروں یا دیگر مقامات کی زیارت کی لئے دور سے سفر کر کے جائے یا وہاں چراغ جلائے اور روشنی کا انتظام کرے یا ان کی دیواروں پر غلاف چڑھائے یا قبر پر چادر چڑھائے یا مورچل جھلے یا شامیانہ تانے یا ان کی چوکھت کا بوسہ لے

یا ہاتھ باندھ کر دعائیں مانگے یا مرادیں مانگے یا مجاور بن کر خدمت کرے یا اس کے آس پاس کے جنگل کا ادب کرے۔ غرض اس قسم کا کوئی کام کرے تو اس نے کھلاشک کیا اس کو شرک فی العبادات کہتے ہیں۔

یعنی غیر اللہ کی تعظیم اللہ کی سی کرنا خواہ یہ عقیدہ ہو کہ وہ ذاتی اعتبار سے ان تعظیموں کے لائق ہے یا اللہ ان کی اس طرح تعظیم کرنے سے خوش ہوتا ہے اور اس کی تعظیم کی برکت سے بلا کیمیں ٹل جاتی ہیں۔ ہر صورت میں یہ شرکیہ عقیدہ ہے۔

۲- روزمرہ کے کاموں میں شرک

حق تعالیٰ نے بندوں کو یہ ادب سکھایا ہے کہ وہ دنیوی کاموں میں اللہ کو یاد رکھیں اور اس کی تعظیم بجالا میں تاکہ ایمان بھی سنور جائے اور کاموں میں برکت بھی ہو جیے مصیبت کے وقت اللہ کی نذر مان لینا اور مشکل کے وقت اسی کو پکارنا اور کام شروع کرتے وقت برکت کے لئے اسی کا نام لینا۔ اگر اولاد ہو تو اس نعمت کے شکریہ کے لئے اس کے نام پر جانور ذبح کرنا۔ اولاد کا نام عبد اللہ، عبد الرحمن، اللہ بخش، اللہ دیا، امت اللہ اور اللہ دی وغیرہ رکھنا۔ کھیتی کی پیداوار میں تھوڑا سا غلام اس کے نام کا نکالنا۔ چلوں میں سے کچھ پھل اس کے نام کے نکالنا۔ جانوروں میں سے کچھ جانور اللہ کے نام کے مقرر کرنا اور اس کے نام کے جانور بیت اللہ کو لے جائے جائیں ان کا ادب و احترام بجالا نہ ان پر سوار ہونا نہ انہیں لادنا۔ کھانے پینے اور پہنچنے اور ٹھنے میں اللہ کے حکم پر چلنا۔ جن چیزوں کے استعمال کا حکم ہے صرف انہیں استعمال کرنا اور جن کی ممانعت ہے ان سے باز رہنا۔ دنیا میں گرانی اور ارزانی، صحبت و بیماری، فتح و نکست، اقبال و ادبار اور رنج و مسرت جو کچھ بھی پیش آتا ہے

سب کو اللہ کے اختیار میں سمجھنا۔ ہر کام کا ارادہ کرتے وقت ان شاء اللہ کہنا مثلاً یوں کہنا کہ ان شاء اللہ، م فلاں کام کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کے اسم گرامی کو اس عظمت کے ساتھ لینا جس سے اس کی تعظیم نمایاں ہو اور اپنی غلامی کا انہمار ہوتا ہو جیسے یوں کہنا ہمارا مالک، ہمارا خالق، ہمارا معبد وغیرہ۔ اگر کسی موقع پر قسم کھانے کی ضرورت پڑ جائے تو اسی کے نام کی قسم کھانا یہ تمام باتیں اور اسی قسم کی دیگر باتیں اللہ پاک نے اپنی تعظیم ہی کے واسطے مقرر فرمائی ہیں، پھر جو کوئی اسی قسم کی تعظیم غیر اللہ کی کرے مثلاً کام رکا ہوا ہو یا بگڑ رہا ہو اس کو چالو کرنے یا سنوارنے کے لئے غیر اللہ کی نذر مان لی جائے، اولاد کا نام عبد النبی، امام بخش، بیرونی خوش رکھا جائے، کھیت و باغ کی بیدار میں ان کا حصہ رکھا جائے، جب بچل تیار ہو کر آئیں تو پہلے ان کے نام کا حصہ الگ کر دیا جائے تب اسے استعمال میں لایا جائے، جانوروں میں ان کے نام کے جانور مقرر کر دیئے جائیں، پھر ان کا ادب و احترام بجالا یا جائے، پانی سے یا چارے سے انہیں نہ ہٹایا جائے، لکڑی سے یا پتھر سے انہیں نہ مارا جائے اور کھانے پینے اور پہنچنے اور ہنے میں رسول کا خیال رکھا جائے کہ فلاں فلاں لوگ فلاں فلاں کھانہ کھائیں، فلاں فلاں کپڑا نہ پہنیں، بی بی لئے صحنک مرد نہ کھائیں، لوٹی نہ کھائے اور شوہروں کی عورت

.....

لے ”بی بی“ سے مراد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ ان کے نام کی نیاز ”بی بی“ کی صحنک کہلاتی تھی ”صحنک“، یعنی مٹی کا چھوٹا طباق۔ کہا جاتا ہے کہ یہ نیاز جہاں لگیر کے زمانے میں شروع ہوئی۔ بادشاہ نے نور جہاں سے شادی کی اور اس کا اثر و سونخ بہت بڑھ گیا تو جہاں لگیر کی بعض بیگمات نے یہ سرم ایجاد کی اور شرط یہ رکھی کہ اس نیاز میں وہی عورتیں شریک ہو سکتی ہیں جنہوں نے نکاح ثانی نہ کیا ہو۔ اس شے کو =

نہ کھائے، شاہ عبدالحق کا تو شہ حقہ پینے والا نہ کھائے، دنیا کی بھلائی برائی کو انہیں کی طرف منسوب کیا جائے کہ فلاں فلاں ان کی لعنت میں گرفتار ہے، پاگل ہو گیا ہے، فلاں محتاج ہے انہیں کا دھنکارا ہوا تو ہے اور دیکھو فلاں کو انہوں نے نواز اتھا آج سعادت و اقبال اس کے پاؤں چوم رہے ہیں، فلاں تارے کی وجہ سے قحط آیا، فلاں کام فلاں ساعت میں فلاں دن شروع کیا گیا تھا اس لئے پورا نہ ہوا، یا یہ کہا جائے کہ اگر اللہ اور رسول چاہے گا تو میں آؤں گا یا پیر صاحب کی مرضی ہو گی تو یہ بات ہو گی، یا گفتگو میں داتا، بے پرواہ، خداوند خدا یگان، مالک الملک اور شہنشاہ جیسے الفاظ استعمال کئے جائیں، قسم کی ضرورت پڑ جائے تو نبی یا قرآن کی یا علی رضی اللہ عنہ کی یا امام و پیر کی یا ان کی قبروں یا اپنی جان کی قسم کھائی جائے۔ ان تمام باتوں سے شرک پیدا ہوتا ہے اور اس کو شرک فی العادت کہتے ہیں، یعنی عام کاموں میں جیسی اللہ کی تعظیم کرنی چاہیے ویسی غیر اللہ کی تعظیم کی جائے۔ شرک کی ان چاروں قسموں کا قرآن و حدیث میں صراحةً کے ساتھ بیان آیا ہے لہذا ہم نے یہ مسائل آئندہ ابواب میں ذکر کئے ہیں۔

= وہ پاک دامنی کا کمال جانتی تھیں۔ مقصود اس سے محسن نور جہاں کی بیکی اور توہین تھی۔ رفتہ رفتہ یہ نیاز عام ہو گئی۔ شاہ شہید رحمہ اللہ کے زمانے میں گھر گھر اس کا رواج ہو گیا تھا اور اس میں کئی شرطیں بڑھادی گئی تھیں۔

شرک کی برائی - توحید کی خوبیاں

شرک معاف نہیں ہو سکتا

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرِكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا﴾

یاد رکھو اللہ پاک اپنے ساتھ شرک کئے جانے کو معاف نہیں فرماتا اور اس کے سوا جسے چاہے معاف فرمادے اور جس نے شرک کیا وہ راہ سے بہت دور بھٹک گیا۔ (سورہ النساء: ۱۱۶)

یعنی اللہ کی راہ سے بھٹکنا یہ بھی ہے کہ انسان حلال و حرام میں تمیز نہ کرے، چوری کرے، بیکاری میں مبتلا رہے، نماز روزہ چھوڑ بیٹھے، یہوی بچوں کی حق تلفی کرنے لگے، ماں باپ کی نافرمانی پر تلا رہے۔ لیکن جو شرک کی دلدل میں کھنس گیا وہ راہ سے زیادہ بھٹک گیا، کیونکہ وہ ایک ایسے گناہ میں مبتلا ہو گیا جس کو حق تعالیٰ بلا توبہ کبھی نہ معاف فرمائے گا اور دوسرے گناہوں کو شائد اللہ تعالیٰ بلا توبہ معاف فرمادے۔ معلوم ہوا کہ شرک ناقابل عفو (معافی) جرم ہے اس کی سزا قطعی مل کر رہے گی، اگر انہائی درجہ کا شرک ہے جس سے انسان کافر ہو جاتا ہے تو اس کی سزا ابدی جہنم ہے، نہ اس سے نکالا جائے گا اور نہ اس میں اسے چین اور آرام میسر آئے گا اور جو کم درجے کے شرک ہیں، ان کی سزا حق تعالیٰ کے یہاں جو مقرر ہے

اور دیگر گناہوں کی حق تعالیٰ کے بیہاں جو سزا میں مقرر ہیں وہ اللہ کی مرضی پر ہیں خواہ دے یاندے۔

شرک کی مثال

یہ بھی معلوم ہوا کہ شرک سے بڑا کوئی گناہ نہیں۔ اس کو اس مثال سے سمجھو، مثلاً بادشاہ کے بیہاں رعیت کے لئے ہر قسم کی سزا میں مقرر ہیں، مثلاً چوری، ڈکیتی، پہرہ دیتے دیتے سوچانا، دربار میں دیر سے پہنچنا، میدان جنگ سے بھاگ آنا، اور سرکار کے پیسے پہنچانے میں کوتاہی کرنا وغیرہ وغیرہ۔ ان سب جرموں کی سزا میں مقرر ہیں۔ اب بادشاہ کی مرضی ہے چاہے تو سزا دے اور چاہے معاف کر دے، لیکن بعض جرائم ایسے ہوتے ہیں جن سے بغاوت ظاہر ہوتی ہے مثلاً کسی امیر کو یا وزیر کو یا چودھری کو یا رئیس کو یا بھنگی کو یا چمار کو بادشاہ کی موجودگی میں بادشاہ بنادیا جائے، تو اس قسم کی حرکت بغاوت ہے یا ان میں سے کسی کے واسطے تاج یا تخت شاہی بنایا جائے یا ظل سجانی کہا جائے یا اس کے سامنے شاہانہ آداب بجالائی جائیں یا اس کے لئے ایک جشن کا دن ٹھہرایا جائے اور بادشاہ کی سی نذر دی جائے۔ یہ جرم تمام جرموں سے بڑا ہے اور اس جرم کی سزا یقیناً ملتی چاہیے، جو بادشاہ اس قسم کے جرائم کی سزاویں سے غفلت بر تا ہے اس کی سلطنت کمزور ہوتی ہے۔ ارباب دانش اس قسم کے

.....
۔ شرک اکبر ہو یا اصغر ہر حال منوع ہے اور توحید کے منافی۔

بادشاہ کو نااہل کہتے ہیں۔ لوگو! اس مالک الملک غیرت مند بادشاہ سے ڈر جاؤ جس کی طاقت کا حد و شمار نہیں وہ اعلیٰ درجے کا غیرت والا ہے، بھلا وہ مشرکوں کو کیوں سزا نہ دے گا اور بلا سزا انہیں کیونکر چھوڑ دے گا۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں پر رحم فرمائے اور انہیں شرک جیسی خطرناک آفت سے محفوظ رکھے۔ آمین

شرک سب سے بڑا عیب ہے

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَإِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِأَبْنِيهِ وَهُوَ يَعْظُلُهُ يَيْنَنَّ لَا تُشْرِكُ بِاللَّهِ إِنَّ الشَّرِكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾

جب لقمان علیہ السلام نے نصیحت کرتے وقت اپنے بیٹے سے کہا یہا! اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا شرک یقیناً بڑا بھاری ظلم ہے۔ (لقمان: ۱۳)

یعنی اللہ پاک نے حضرت لقمان کو بصیرت عطا فرمائی تھی، انہوں نے عقل سے معلوم کیا کہ کسی کا حق کسی کو دے دینا بڑی بے انصافی ہے۔ پھر جس نے اللہ کا حق اللہ کی مخلوق میں سے کسی کو دے دیا اس نے بڑے سے بڑے کا حق ذلیل شخص کو دے دیا، کیونکہ اللہ سب سے بڑا ہے اور اللہ کے مقابلے میں اس کی مخلوق کی غلامانہ حیثیت ہے جیسے کوئی تاج شاہی ایک چمار کے سر پر رکھ دے، بھلا اس سے بڑھ کر اور کیا بے انصافی ہوگی۔ یقیناً مانو کہ ہر شخص خواہ وہ بڑے سے بڑا انسان ہو یا مقرب فرشتہ اس کی حیثیت شان الوہیت کے مقابلے پر ایک چمار کی حیثیت سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ معلوم ہوا کہ جس طرح شریعت

نے شرک کو بڑا بھاری گناہ بتایا اسی طرح عقل بھی اس کو بڑا گناہ مانتی ہے، شرک تمام عیبوں سے بڑا عیب ہے۔ چھی باتیں یہی ہے، کیونکہ انسان میں سب سے بڑا عیب یہی ہے کہ وہ اپنے بڑوں کی بے ادبی کرے، پھر اللہ سے بڑھ کر بڑا کون ہو سکتا ہے اور شرک اس کی شان میں بے ادبی ہے۔

توحید ہی راہ نجات ہے

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِيَ إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا

فَاعْبُدُونِ﴾

آپ ﷺ سے پہلے ہم نے جو رسول بھی بھیجا ہم نے اس کو یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی عبادت کا حق دار نہیں لہذا میری ہی عبادت کرو۔ (سورہ انبیاء: ۲۵) یعنی تمام رسول، اللہ کے پاس سے یہی حکم لے کر آئے کہ صرف اللہ ہی کو مانا جائے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانا جائے۔ معلوم ہوا کہ توحید کا حکم اور شرک سے ممانعت تمام شریعتوں کا ایک متفقہ مسئلہ ہے، اس لئے صرف یہی راہ نجات ہے، باقی تمام راہیں غلط ہیں۔

اللہ تعالیٰ شرک سے بیزار ہے

((وَأَخْرَجَ مُسْلِمٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا أَغْنَى الشَّرَكَ إِعْنَ الشَّرِكِ
مَنْ عَمِلَ عَمَلًا أَشْرَكَ فِيهِ مَعِيَ غَيْرِيْ تَرَكْتُهُ وَشِرْكَهُ وَأَنَا مِنْهُ

بَرِيَءٌ (بریء)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ حق تعالیٰ نے فرمایا: میں شریکوں میں سب سے زیادہ شرک سے بے پرواہ ہوں، جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس میں اس نے میرے ساتھ غیر کو شریک کیا تو میں اس کو اور اس کے شریک کو چھوڑ دیتا ہوں اور اس سے بیزار ہو جاتا ہوں۔ ۱

یعنی جس طرح اور لوگ اپنی مشترک چیز آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں میں اس طرح نہیں کرتا، کیونکہ میں بے پرواہ ہوں۔ جس نے میرے لئے عمل کیا اور اس میں غیر کو بھی شریک کر لیا تو میں اپنا حصہ بھی نہیں لیتا، بلکہ سارا عمل دوسرے ہی کے لئے چھوڑ دیتا ہوں اور اس سے بیزار ہو جاتا ہوں۔ معلوم ہوا کہ جو شخص اللہ کے واسطے کوئی عمل کرے اور وہی عمل کسی غیر اللہ کے واسطے کرے تو اس نے شرک کیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مشرکوں کی عبادت جو اللہ کے لئے کی جائے، ناقابل قبول ہے حق تعالیٰ اس سے بیزار ہے۔

ازل میں تو حید کا اقرار

فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

۱۔ مشکلاۃ میں اس کے بعد یہ الفاظ بھی ہیں: ترجمہ: ”میں اس سے بیزار ہوں۔ جس کے لئے اس نے یہ کام کیا ہے وہی اس کا بدلہ دے۔“ (مشکلاۃ مطبوعہ مجتبائی ۲۵۲)۔

۲۔ ”الادراک لثیر بن حادیث رذالاشراک“ شمولہ ”قطف المثمر“ نواب صدیق حسن خاں ۳۳۔

﴿وَإِذَا أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشَهَدَهُمْ عَلَىٰ
أَنفُسِهِمُ الَّذِي سَوَّبَ رَبِّكُمْ قَالُوا بَلِ شَهِدْنَا أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَمَةِ إِنَّا
كُنَّا عَنْ هَذَا غَافِلِينَ★ أَوْ تَقُولُوا إِنَّمَا أَشْرَكَ أَبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا
ذُرِّيَّةً مِنْ بَعْدِهِمْ أَفَتُهَلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطَلُونَ﴾

اور جب آپ کے رب نے بنی آدم کی پیش سے ان کی اولاد نکالی اور ان سے اقرار کروایا (یعنی ان سے پوچھا) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ وہ کہنے لگے: کیوں نہیں! ہم گواہ ہیں (کہ تو ہمارا رب ہے) یہ ہم نے اقرار اس لئے کیا کہ کہیں تم قیامت کے روز کہنے لگو کہ ہم تو اس بات سے غافل تھے یا کہنے لگو کہ ہمارے باپ دادا نے پہلے سے شرک کیا تھا اور ہم تو ان کی اولاد تھے (جو) ان کے بعد (پیدا ہوئے) تو کیا جو کام اہل باطل کرتے رہے اس کے بد لے تو ہمیں ہلاک کرتا ہے۔ (سورہ الاعراف: ۳۷)

((آخرَ أَحْمَدَ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فِي تَفْسِيرِ
قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَإِذَا أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُلْمُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ
قَالَ جَمِيعَهُمْ فَجَعَلَهُمْ أَرْوَاجَأَثُمْ صَوَرَهُمْ فَاسْتَنْطَقُهُمْ فَتَكَلَّمُوا ثُمَّ
أَخَذَ عَلَيْهِمُ الْعَهْدَ وَالْمِيثَاقَ وَأَشْهَدُهُمْ عَلَى أَنفُسِهِمْ أَلَسْتَ بِرَبِّكُمْ
قَالُوا بَلِّي قَالَ فَلَيْسَ أَشْهِدُ عَلَيْكُمُ السَّمَاوَاتِ السَّبْعَ وَالْأَرْضِينَ
السَّبْعَ وَأَشْهِدُ عَلَيْكُمْ آدَمَ أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَمْ نَغْلَمْ
بِهَذَا إِعْلَمُوا أَنَّهُ لَا إِلَهَ غَيْرُي وَلَا تُشْرِكُوا بِي شَيْئًا إِنِّي سَارِسِلُ

إِلَيْكُمْ رُسُلِنِي يَذْكُرُونَ عَهْدِنِي وَ مِيْثَاقِنِي وَ اُنْزِلُ عَلَيْكُمْ كُتُبِنِي قَالُوا
شَهِدْنَا بِأَنَّكَ رَبَّنَا وَاللهَنَا لَا رَبَّ لَنَا غَيْرُكَ وَ لَا إِلَهَ لَنَا غَيْرُكَ))

ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے اس آیت (کہ جب آپ کے رب نے آدم کی اولاد سے عہد لیا تھا) کی تفسیر میں فرمایا کہ اللہ پاک نے اولاد آدم کو جن فرمایا پھر انہیں جوڑا جوڑا بنا لیا پھر ان کی صورتیں بنائیں۔ پھر انہیں قوت گویائی بخشی جب وہ بولے

۱- (فَاقْرُوا بِذَلِكَ وَرَفَعَ عَلَيْهِمْ آدُمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ فَرَأَى الْغَنِيَّ
وَالْفَقِيرَ وَذُوَّنَ ذُلِّكَ فَقَالَ رَبِّ لَوْلَا سَوَيْكَ بَيْنَ عِبَادِكَ؟ قَالَ ((إِنِّي
أَحْبَبْتُ أَنْ أَشْكُرَ)) وَرَأَى الْأُنْبِيَاءَ فِيهِمْ مِثْلُ سُرْجِ عَلَيْهِمُ النُّورُ وَخُصُّوا
بِمِيْثَاقٍ آخَرَ فِي الرِّسَالَةِ وَالنَّبُوَّةِ وَهُوَ قُولُهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى وَإِذَا خَذَنَا مِنَ
النَّبِيِّينَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ)).
پس انہوں نے اس بات کا اقرار کیا۔ اور ان پر حضرت آدم علیہ السلام کو بلند کیا ان سب کو دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ ان میں دولت مند بھی ہیں اور فقیر بھی۔ خوبصورت بھی ہیں اور بدصورت بھی۔ تو سوال کیا۔ اے پروردگار! تو نے کیوں ان سب کو یکساں نہیں بنایا؟ فرمایا: میں پسند کرتا ہوں کہ میرا شکر کیا جائے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے دیکھا کہ ان لوگوں میں انبیاء کرام علیہم السلام بھی ہیں۔ وہ چراغوں کی طرح روشن ہیں اور ان کے چہروں پر نور ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام سے اللہ تعالیٰ نے رسالت و نبوت کے سلسلے میں اقرار بھی لیا۔ اس سے مراد وہ اقرار جس کا ذکر قرآن میں یوں آیا ہے (اور وہ وقت بھی تھا) جب ہم نے پیغمبروں سے عہد لیا اور آپ سے اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ سے اور مریم کے بیٹے عیسیٰ سے۔

لگے تو ان سے عہد و پیمان لیا اور ان پر خود ان ہی کو گواہ بنا کر فرمایا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے جواب دیا کہ بے شک آپ ہمارے رب ہیں! فرمایا: میں ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کو تم پر گواہ بناتا ہوں اور تمہارے باپ آدم کو بھی، کہیں قیامت کے دن یہ نہ کہنے لگو کہ ہم بے خبر تھے، یقین مانو کہ نہ میرے سوا کوئی معبود ہے اور نہ کوئی رب ہے، میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرنا، میں تمہارے پاس اپنے رسول بھیجا رہوں گا جو تمہیں میرا یہ عہد و پیمان یاد دلائیں گے اور تم پر اپنی کتابیں اتاروں گا۔ سب نے جواب دیا کہ ہم اقرار کر چکے ہیں کہ آپ ہمارے رب اور معبود ہیں، آپ کے سوانہ کوئی ہمارا رب ہے نہ آپ کے علاوہ کوئی ہمارا معبود ہے۔ (مندرجہ)

شرک سند نہیں بن سکتا

حضرت ابی بن کعب نے مندرجہ بالا آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ اللہ پاک نے تمام اولاد آدم کو ایک جگہ جمع فرمایا پھر ان کے جوڑے جوڑے لگائے، مثلًا پیغمبروں کو، اولیاء کو، شہیدوں کو، نیک لوگوں کو، فرمانبرداروں کو، نافرمانوں کو اور سب کو علیحدہ علیحدہ کیا۔ اسی طرح یہودیوں کو، عیسائیوں کو، مشرکوں کو اور ہر ایک دین والے کو جدا جدا کیا۔ پھر جس کسی کو دنیا میں جو صورت دینی تھی اسی صورت میں اسے وہاں ظاہر فرمایا، کسی کو خوبصورت، کسی کو بدصورت، کسی کو بینا، کسی کو نابینا، کسی کو ناطق، کسی کو گونگا اور کسی کو لنگڑا۔ پھر انہیں قوت گویائی بخشی اور ان سے پوچھا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ آخر سب نے اس کے رب ہونے کا

اقرار کیا پھر ان سے یہ عہد و پیمان لیا کہ میرے سوا کسی کو حاکم اور مالک نہ سمجھنا اور میرے سوا کسی کو معبود نہ ماننا ان سب نے عہد و پیمان کیا، حق تعالیٰ نے آدم علیہ السلام، ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کو گواہ بنایا اور فرمایا کہ تمہارے اس اقرار کو یاد دلانے کے لئے پیغمبر آئیں گے اور اپنے ساتھ آسمانی کتابیں لائیں گے۔ روز اzel ہر شخص تنہا تنہا تو حید کا اقرار اور شرک سے انکار کر آیا ہے لہذا شرک میں کسی کو بطور نظیر کے نہ پیش کیا جائے نہ پیر و فقیر کو نہ شیخ کونہ باپ دادا کو نہ بادشاہ کونہ مولوی کو اور نہ بزرگ کو۔

بھول کا عذر قبول نہ ہو گا

اگر کوئی خیال کرے کہ دنیا میں آکر ہمیں وہ اقرار یاد نہیں رہا، اب اگر ہم شرک کریں تو ہماری کپڑ نہ ہو گی، کیوں کہ بھول میں کپڑ نہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ انسان کو بہت سی باتیں یاد نہیں رہتیں لیکن معتبر اشخاص کے یاد دلانے پر یقین آ جاتا ہے۔ مثلاً کسی کو اپنی تاریخ ولادت یاد نہیں پھر لوگوں سے سن کر یقین سے کہتا ہے کہ میری تاریخ ولادت فلاں سن فلاں دن اور فلاں ساعت ہے لوگوں سے سن کر ہی ماں باپ کو پہنچانتا ہے کسی اور کو ماں نہیں سمجھتا اگر کوئی اپنی ماں کا حق ادا نہ کرے اور کسی اور کو ماں بتا دے تو دنیا اس پر تھوکے گی اور اگر وہ یہ جواب دے کہ بھلے آدمیو! مجھے تو اپنا پیدا ہونا یاد نہیں کہ میں اس کو ماں سمجھوں، تم بلا وجہ مجھے برا کہہ رہے ہو، تو لوگ اسے پر لے درجے کا ہی قوف اور بڑا ہی بے ادب سمجھیں گے۔ معلوم ہوا کہ جب عوام کے کہنے سے انسان کو بہت سی باتوں کا یقین ہو جاتا ہے، تو نبیوں کی تو شان ہی بڑی ہے ان کے بتانے سے کس طرح یقین نہیں آ سکتا؟

رسولوں اور کتابوں کی بنیادی تعلیم

معلوم ہوا کہ تو حید اختیار کرنے کی اور شرک سے بچنے کی عالم ارواح میں سب کو فرداً فرداً تاکید کردی گئی ہے، تمام پیغمبر اسی کو یاد دلانے اور اسی عہد کی تجدید کے لئے بھیج گئے۔ ایک لاکھ پوینٹس ہزار پیغمبروں کا فرمان عالی شان اور ایک سو چار الہامی کتابوں کا مرکزی علم اسی ایک نکتہ میں ہے کہ خبردار تو حید میں خلل نہ آنے دو اور شرک کے پاس بھی نہ پھکلو، اللہ کے سوا کسی کو حاکم اور متصرف نہ سمجھو، نہ غیر اللہ کو مالک مانو کہ اس سے اپنی مرادیں مانگو اور اس کے پاس مرادیں لے آو۔

مندرجہ ذیل حدیث کے معلوم ہونے کے بعد تو کسی حالت میں بھی شرک کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

((وَأَخْرَجَ أَحْمَدَ عَنْ مَعَاذَ بْنِ جَبَلَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ لِنِ

رَسُولِ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا وَإِنْ قُتِلْتُ وَهُرِقتَ)).

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کر، خواہ تجھے مارڈ الاجائے یا جلا دیا جائے۔

(مندرجہ)

یعنی اللہ کے سوا کسی کو اپنا معمود نہ تسلیم کر اور اس بات کی پرواہ نہ کر کہ کوئی جن یا شیطان تجھے ستائے گا۔ جس طرح مسلمانوں کو ظاہری مصائب پر صبر کرنا چاہئے اور ان کے ڈر سے اپنا ایمان نہ بگاڑنا چاہئے، اسی طرح باطنی تکلیفوں پر بھی (جن، بھوت وغیرہ کی ایذاوں پر

بھی) صبر سے کام لینا چاہئے کہ درحقیقت ہر چیز خواہ تکلیف ہو یا آرام اللہ کے اختیار میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کبھی کبھی ایمان والوں کی آزمائش فرماتا ہے، مومن کو بغدر ایمان آزمایا جاتا ہے، کبھی بروں کے ہاتھوں سے نیکوں کو تکلیفیں پہنچائی جاتی ہیں تاکہ مخلصوں اور منافقوں میں تمیز ہو جائے۔ لہذا جس طرح بظاہر پارساوں کو نافرمانوں سے اور مسلمانوں کو کافروں سے اللہ کے ارادے سے تکلیفیں پہنچ جاتی ہیں اور وہ صبر ہی سے کام لیتے ہیں، تکفیلوں سے گھبرا کر ایمان نہیں بگاڑتے، اسی طرح کبھی کبھی نیک لوگوں کو جنوں اور شیطانوں سے اللہ کے ارادے سے تکلیف پہنچ جاتی ہے، لہذا اس پر صبر و تحمل سے کام لیا جائے اور تکلیف کے اندریشے سے انہیں ہرگز ہرگز نہیں ماننا چاہئے۔ معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص شرک سے متغیر ہو کر غیر اللہ کو چھوڑ دے، ان کی نذر و نیاز کی مذمت کرے اور غلط رسموں کو مٹائے پھر اس راہ میں اس کو کچھ مالی یا جانی نقصان پہنچ جائے یا کوئی شیطان اسے کسی پیر و شہید کے نام سے ستانے لگے تو وہ یہ سمجھ لے کہ اللہ پاک میرا ایمان آزمار ہا ہے۔ اس لئے اسے خندہ پیشانی سے سہہ لینا چاہئے۔ یاد رکھو جس طرح اللہ پاک ظالموں کو دھیل دے کر کپڑتا ہے اور مظلوموں کو ان کے پنجہ استبداد سے چھڑاتا ہے اسی طرح ظالم جنوں کو بھی وقت آنے پر کپڑے گا اور پرستار ان توحید کو ان کے ظلم سے نجات بخشدے گا۔

((وَأَخْرَجَ الشَّيْخَانِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضي الله عنه قَالَ قَالَ
رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللهِ أَئِ ذَنْبٌ أَكْبَرُ عِنْدَ اللهِ قَالَ أَنْ تَدْعُونِ اللهَ نِدَاً وَ
هُوَ خَلَقَكَ)).

ابن مسعود رضي الله عنه سے روایت ہے کہ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ!

سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ فرمایا کہ تو کسی کو اللہ جیسا سمجھ کر پکارے حالانکہ اللہ نے تجھے پیدا کیا ہے۔ (بخاری و مسلم)

یعنی جس طرح اللہ کو (اس کے علم و قدرت کے لحاظ سے) حاضر و ناظر سمجھا جاتا ہے اور کائنات کا تصرف اسی کے قبضے میں بتایا جاتا ہے، اسی وجہ سے ہر مشکل کے وقت اسے پکارا جاتا ہے، اسی طرح غیر اللہ کو اسی صفت سے متصف مان کر پکارنا سب سے بڑا گناہ ہے۔ اس لئے کہ کسی میں بھی حاجت برلانے کی اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہئے کی صلاحیت نہیں۔ علاوہ ازیں جب ہمارا خالق اللہ ہے تو ہمیں اپنے مشکل اوقات میں اسی کو پکارنا چاہئے، کسی اور سے ہمیں کیا واسطہ۔ جیسے کوئی کسی بادشاہ کا غلام ہو گیا تو وہ اپنی ہر ضرورت اپنے بادشاہ ہی کے پاس لے جائے گا، اسے دوسرے بادشاہوں سے کیا واسطہ، کسی بھنگی، چمار کا تو ذکر ہی کیا ہے اور یہاں تو کوئی دوسرا ہے ہی نہیں جو اللہ کے مقابلے کا ہو۔ پھر دوسرے کے پاس ضرورت کو لے جانا دانی نہیں تو اور کیا ہے۔

تو حید اور مغفرت

((أَخْرَجَ التَّرْمِذِيُّ عَنْ أَنْسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّكَ لَوْلَقِيْتَنِي بِقُرَابِ الْأَرْضِ خَطَايَا ثُمَّ لَقِيْتَنِي
لَا تُشْرِكُ بِيْ شَيْئاً لَا تَبَيْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً)).

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ حق تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم کے بیٹے! اگر تو مجھ سے دنیا بھر کے گناہ ساتھ لے کر ملے، مگر میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرایا ہو، تو میں دنیا بھر کی بخشش کے ساتھ تجھ سے

ملوں گا۔ (ترمذی، احمد، دارمی)

یعنی دنیا میں بڑے بڑے گنہگار لوگ گزرے ہیں جن میں فرعون وہاں وغیرہ تھے اور شیطان بھی اس دنیا میں ہے ان تمام گنہگاروں سے دنیا میں جس قدر گناہ ہوئے اور قیامت تک ہوں گے اگر بفرض حال ایک شخص کر گزرے لیکن شرک سے پاک ہو تو جس قدر اس کے گناہ ہیں اسی قدر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رحمت و مغفرت اس پر نازل ہو جائے گی۔ معلوم ہوا کہ توحید کی برکت سے سارے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں । جس طرح

شرک کی خوست سے سارے اچھے عمل غارت کر دیئے جاتے ہیں۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ جب انسان شرک سے ہر طرح پاک و صاف ہو گا اور اس کا یہ عقیدہ ہو گا کہ اللہ کے سوا کوئی مالک نہیں، اس کی حکومت سے کہیں بھاگ کر جانے کی جگہ نہیں اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں کو کوئی پناہ دینے والا نہیں، اس کے سامنے سب بے بس ہیں، اس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا، اس کے سامنے کسی کی حمایت کا نہیں آتی اور کوئی کسی کی سفارش اس کی اجازت کے بغیر نہ کر سکے گا۔ ان عقائد کے بعد اس سے جس قدر گناہ سرزد ہوں گے بتقاضاۓ بشریت ہوں گے، یا بھول چوک کر، پھر ان گناہوں کے بوجھ میں وہ دباجار ہا ہو گا اور سخت پیزار ہو گا ندامت کے مارے سرہنہ اٹھا سکے گا بلا شہہ ایسے شخص پر رحمت اللہ کا نزول ہوتا ہے جیسے جیسے

.....

۱۔ حدیث کا مقصد یہ ہے کہ شرک کی انتہائی برائی واضح ہو جائے۔ اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ شرک سے براءت کے بعد دوسرے گناہوں کے ارتکاب میں کوئی حرج نہیں۔ گناہوں کی معافی کے متعلق شریعت کا عام قانون پیش نظر رہنا چاہئے۔ یعنی توبہ اور عفو۔ اور شرک بغیر توبہ کے معاف نہیں ہو سکتا۔

یہ گناہ بڑھتے جائیں گے، ویسے ویسے اس کی ندامت کی کیفیت بڑھتی جائے گی اور جوں جوں یہ کیفیت بڑھے گی اللہ کی رحمت بڑھتی جائے گی۔ یہ نکتہ یاد رکھو کہ جو تو حید میں پکا ہے اس کا گناہ بھی وہ کام کرتا ہے جو دوسروں کی عبادت نہیں کرتی، ایک فاسق موحد، متقی مشرک سے ہزار درجے اچھا ہے، جیسے ایک مجرم ریتی، باغی خوشنامی سے ہزار درجے اچھا ہے کیونکہ پہلا اپنے قصور پر نادم ہے اور دوسرا مغروور۔

چو تھا باب

شُرُكٌ فِي الْعِلْمِ كَيْ تَرْدِيدُ

ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ
وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٌ فِي ظُلْمَتِ الْأَرْضِ وَلَا
رَطْبٌ وَلَا يَابِسٌ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ﴾

اللہ ہی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں وہی جانتا ہے اور جو کچھ خشکی اور تری میں
ہے اسے بھی جانتا ہے۔ جو بھی پتا گرتا ہے اسے بھی جانتا ہے زمین کے نیچے
اندھیروں میں کوئی دانہ ایسا نہیں اور کوئی ترا اور خشک چیز ایسی نہیں جو واضح طور پر کھی
ہوئی نہ ہو۔ (سورہ الانعام: ۵۹)

یعنی اللہ پاک نے انسان کو ظاہری چیزیں معلوم کرنے کے لئے کچھ چیزیں دی ہیں،
مثلاً دیکھنے کے لئے آنکھ، سنبھلنے کے لئے کان، سو نگھنے کو ناک، چکھنے کو زبان، ٹٹونے کو ہاتھ اور
سمجنے کو عقل بخشی ہے پھر یہ چیزیں انسان کے قبضہ اختیار میں دے دی ہیں کہ جب چاہے
ان سے کام لے سکے، مثلاً آنکھ سے دیکھنا چاہا، آنکھ کھول دی نہ چاہا بندی کر لی۔ اسی پر ہر
عضو کو قیاس کرو۔ اور انسانوں کو ظاہری چیزوں کے معلوم کرنے کی کنجیاں دے دی ہیں جیسے
کنجی والے ہی کے اختیار میں تالے کو کھولنا یا نہ کھولنا ہے اس طرح ظاہری چیزوں کا معلوم
کرنا انسان کے اختیار میں ہے چاہے معلوم کرے یا نہ کرے۔

علم غیب صرف اللہ تعالیٰ کو ہے

اس کے برعکس غیب کا معلوم کرنا انسان کے اختیار سے باہر ہے اس کی کنجیاں حق تعالیٰ نے اپنے پاس رکھی ہیں۔ کسی بڑے سے بڑے انسان یا مقرب ترین فرشتے کو بھی غیب کے معلوم کرنے کا اختیار نہیں دیا گیا کہ جب چاہیں اپنی مرضی سے غیب معلوم کر لیں اور جب چاہیں نہ کریں بلکہ اللہ پاک اپنی مرضی سے کبھی کسی کو غیب کی جس قدر بات بتانا چاہتا ہے بتا دیتا ہے۔ یہ غیب کا بتا دینا اللہ کے ارادے پر موقوف ہے کسی کی خواہش پر نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کو بارہا ایسا اتفاق ہوا کہ آپ کو کوئی بات دریافت کرنے کی خواہش ہوئی مگر وہ بات آپ کو معلوم نہ ہو سکی، پھر جب ارادہ اللہ ہوا تو فوراً بتا دی گئی۔ عہد رسالت میں منافقوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر الزام لگایا، اس سے آپ کو سخت صدمہ ہوا۔ آپ نے کئی دنوں تک معاملہ کی کریمی کی مگر کچھ بھی معلوم نہ ہو سکا، پھر جب حق تعالیٰ نے چاہا تو وہی بھیج کر بتا دیا کہ منافق کذاب ہیں صدیقہ پاک دامن ہیں۔ اب ایک مسلمان موحد کا یہ عقیدہ ہونا ضروری ہے کہ اللہ نے غیب کے خزانوں کی کنجیاں اپنے ہی پاس رکھی ہیں ان خزانوں کا کسی کو خزانچی نہیں بنایا۔ وہ خود اپنے ہاتھ سے قفل کھول کر جو کسی کو جس قدر چاہے دیدے اس کا ہاتھ کون پکڑ سکتا ہے۔

علم غیب کا مدعی جھوٹا

اس سے معلوم ہوا کہ جو یہ دعویٰ کرے کہ میں ایسا علم جانتا ہوں جس سے غیب معلوم کر لیتا

ہوں اور ماضی و مستقبل کو بتائیں بتا سکتا ہوں وہ جھوٹا ہے اور الوهیت کا دعویٰ کرتا ہے۔ اگر کسی نبی یا ولی یا جن یا فرشتے یا امام یا بزرگ یا پیر یا شہید یا نجومی یا رہنمایا جھاڑ یا فال کھولنے والا یا پنڈت یا بھوت پریت یا پریوں کو ایسا مان لیا جائے تو مانے والا مشرک ہوتا ہے اور مذکورہ آیت کا انکار کرتا ہے۔ اگر اتفاق سے کسی نجومی وغیرہ کی بات صحیح بھی ہو جائے تو اس سے ان کی غیب دانی ثابت نہیں ہوتی، کیونکہ زیادہ تر ان کی باتیں غلط ہی ہوتی ہیں۔ معلوم ہوا کہ علم غیب ان کے بس کی بات نہیں، اٹکل کبھی ٹھیک اور کبھی غلط بھی ہو جاتا ہے۔ کہانت، کشف اور قرآن پاک سے فال لینے کا بھی یہی حال ہے، لیکن وحی کبھی غلط نہیں ہوتی اور وہ ان کے قابو میں نہیں، اللہ پاک اپنی مرضی کے مطابق جو چاہتا ہے بتا دیتا ہے۔ کسی کی خواہش پر وحی کا دار و مدار نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبُ إِلَّا اللَّهُ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبَعَثُونَ))

آپ فرمادیں اللہ کے سوا آسمان و زمین میں جو کوئی بھی ہے غیب کی باتیں نہیں جانتا بلکہ وہ تو یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے۔ (سورہ النمل: ۶۵)

یعنی غیب کو جاننا کسی کے بس کی بات نہیں، خواہ وہ بڑے سے بڑا انسان یا فرشتہ ہی کیوں نہ ہو، جس کی دلیل یہ ہے کہ دنیا جانتی ہے کہ قیامت آئے گی لیکن یہ کسی کو خبر نہیں کہ کب آئے گی۔ اگر ہر چیز کا معلوم کرنا ان کے بس میں ہوتا تو قیامت کے آنے کی تاریخ بھی معلوم کر لیتے۔

غیب کی باتیں

((إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًّا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ، إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ))

بلashب اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے وہی بارش برساتا ہے وہی پیٹ کے بچے کو جانتا ہے، کسی کو معلوم نہیں کہ کل کیا کمائے گا اور نہ یہ معلوم کہ کہاں مرے گا، یاد رکھو! اللہ خوب جانے والا اور بڑا خبردار ہے۔ (سورہ لقمان: ۳۸)

یعنی غیب کی باتوں کی خبر اللہ ہی کو ہے اس کے سوا کوئی غیب داں نہیں، چنانچہ قیامت کی خبر بھی جس کا آنے اعوام میں مشہور ہے اور یقینی ہے کسی کو نہیں معلوم کہ کب آئے گی، پھر اور چیزوں کا تو کیا کہنا مثلاً فتح و شکست کا، صحت و مرض کا اور اسی قسم کی دوسری باتوں کا کسی کو بھی علم نہیں۔ یہ باتیں نہ تو قیامت کی طرح مشہور ہیں اور نہ یقینی ہیں۔ اسی طرح بارش کی کسی کو خبر نہیں کہ کب ہو گی حالانکہ موسم بھی مقرر ہے اور اکثر موسم میں بارش ہوتی بھی ہے۔ اکثر لوگوں کو اس کی خواہش بھی رہتی ہے اگر اس کا وقت کسی طرح معلوم ہو سکتا تو کسی نہ کسی کو ضرور معلوم ہو جاتا، پھر جو بے موسم کی چیزیں ہیں اور تمام لوگوں کی خواہش ان سے وابستے بھی نہیں مثلاً کسی شخص کی موت و حیات یا اولاد کا ہونا یا نہ ہونا یا مالدار و نا دار ہونا یا فتح و شکست کا ہونا،

ان چیزوں کو بھلا کسی کو کیسے خبر ہو سکتی ہے۔ پیٹ کے بچے کو بھی کوئی نہیں جانتا کہ اے

ایک ہے یا ایک سے زیادہ، نر ہے یا مادہ، کامل ہے یا ناقص اور خوبصورت ہے یا بدصورت، حالانکہ حکماء ان تمام باتوں کے اسباب بتاتے ہیں، لیکن خصوصیت سے کسی کا حال معلوم نہیں، پھر انسان کے اندر وہی حالات بھلا کوئی کیسے معلوم کر سکتا ہے مثلاً خیالات، ارادے، نتیجیں اور ایمان و نفاق کا حال۔ جب کوئی خود یہ نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا تو وہ دوسروں کا حال کیسے جان سکتا ہے اور انسان جب اپنے مرنے کی جگہ نہیں جانتا تو پھر بھلامرنے کا دن یا وقت کیسے جان سکتا ہے۔ بہر حال اللہ کے سوا کوئی آئندہ کی باقی اپنے اختیار سے نہیں جانتا۔ معلوم ہوا کہ غیب دانی کا دعویٰ کرنے والے سب جھوٹے ہیں، کشف، کہانت، رمل، نجوم، جفر، فالیں سب جھوٹ، مگر اور شیطانی جال ہیں۔ مسلمانوں کو ان میں ہرگز نہیں پھنسنا چاہئے۔ اگر کوئی شخص غیب دانی کا دعویٰ نہ کرے اور غیب کی بات معلوم کرنے کے اختیار کا بھی دعویٰ نہ کرے اور یہ دعویٰ کرے کہ حق تعالیٰ نے جو بات مجھے بتائی ہے وہ میرے اختیار میں نہ تھی کہ جب چاہتا معلوم کر لیتا تو اس میں دونوں امکان ہیں۔ ہو سکتا ہے وہ سچا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ جھوٹا ہو۔

ب۔ جدید طبی سائنس بھی صرف اس وقت بچے کی جنس کا اندازہ کر سکتی ہے جبکہ وہ ولادت کے آخری

مراحل میں ہو۔

اللہ کے سو اکسی کونہ پکارو

﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُوا مِنْ دُوْنِ اللَّهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبَ لَهُ إِلَى يَوْمٍ
الْقِيَمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَفِلُونَ﴾

اس سے بڑھ کر کون گراہ ہوگا جو اللہ کو چھوڑ کر ایسou کو پکار رہا ہے جو قیامت تک بھی
اس کی بات کا جواب نہ دے سکیں گے بلکہ وہ اس کی پکار ہی سے بخبر ہیں۔

(سورہ الاحقاف: ۵)

یعنی مشرک پر لے درجے کے بے وقوف ہیں کہ اللہ تعالیٰ جیسے قدرت و علم و اے
کو چھوڑ کر دوسروں کو پکارتے ہیں جو نہ تو ان کی پکار کو سنتے ہیں اور نہ کسی بات کی
ان میں قدرت و سکت ہے اگر یہ قیامت تک بھی پکارتے رہیں تو وہ کچھ بھی نہیں
کر سکتے۔ معلوم ہوا کہ جو لوگ بزرگوں کو دور سے پکارتے ہیں اور انہیں پکار کر
صرف یہی کہتے ہیں کہ یا حضرت آپ دعا فرمادیں کہ حق تعالیٰ ہماری حاجت پوری
کر دے یہ بھی شرک ہے گو وہ اس وجہ سے اس کو شرک نہ سمجھتے ہوں کہ حاجت
برآوری کی دعا تو اللہ ہی سے کی گئی ہے، کیونکہ غالب شخص کو پکارنے کی وجہ سے اس
میں شرک آیا کہ ان کے بارے میں یہ اعتقاد رکھا گیا کہ وہ دور سے اور قریب سے
سنتے ہیں حالانکہ یہ الٰہی شان ہے اور اس آیت میں حق تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ ان
کے پکارنے سے بے خبر ہیں، پکارنے والے کی پکار کو سنتے ہی نہیں گو وہ قیامت تک
چیختا رہے۔

نفع و نقصان کا مالک صرف اللہ ہے

﴿قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ
الْغَيْبَ لَا سْتَكْثِرُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ إِنَّمَا إِلَّا نَذِيرُ
وَبَشِّيرٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾

آپ فرمادیں کہ مجھے اپنے لئے بھلائی برائی کا اختیار نہیں مگر جو اللہ کو منظور ہو اگر میں غیب جانتا تو کثرت سے بھلائی جمع کر لیتا (یعنی اپنی حفاظت کا سامان پہلے سے کر لیتا) اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔ میں تو صرف ایمان والوں کو ڈرانے والا اور خوشخبری سنانے والا ہوں۔ (سورہ الاعراف: ۱۸۸)

یعنی پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام سرتان انبیاء، آپ سے بڑے بڑے مجرے ظاہر ہوئے لوگوں نے آپ ﷺ سے دین کے اسرار و رموز سیکھے۔ لوگوں کو آپ کی راہ چلنے سے بزرگی نصیب ہوئی۔ اللہ پاک نے آپ ہی سے فرمایا کہ لوگوں کے سامنے اپنا حال بیان فرمادیں کہ مجھے نہ تو کچھ قدرت حاصل ہے اور نہ ہی غیب دان ہوں۔ میری قدرت کا یہاں سے اندازہ لگاؤ کہ میں اپنی جان تک کے لئے نفع و نقصان کا مالک نہیں، دوسروں کو تو کیا بھلائی برائی پہنچا سکوں گا۔ اگر میں غیب دان ہوتا تو کام سے پہلے اس کا انجام معلوم کر لیا کرتا اگر اس کام کا انجام بر امکان ہوتا تو اس میں کبھی ہاتھ نہ ڈالتا۔ غیب دانی اللہ تعالیٰ کی شان ہے اور میں پیغمبر ہوں پیغمبر کا صرف اتنا کام ہوتا ہے کہ وہ برے کاموں کے انجام سے خبردار کر دے اور نیک کاموں پر خوشخبری سنادے، یہ بات بھی انہیں کو فائدہ پہنچاتی ہے جن کے دلوں میں یقین ہو اور یقین پیدا کرنا اللہ ہی کا کام ہے۔

انبیاء کا اصل کام

معلوم ہوا کہ انبیاء اور اولیاء میں یہی بڑائی ہے کہ وہ اللہ کی راہ بتاتے ہیں اور جن اچھے، برے کاموں سے واقف ہیں ان سے لوگوں کو آگاہ کرتے ہیں۔ اللہ پاک نے ان کی تبلیغ میں تاثیر کھی ہے۔ بہت لوگ ان کی تبلیغ سے سیدھی راہ پر آ جاتے ہیں۔ یہ کوئی بڑائی نہیں کہ انہیں تصرف عالم کی قدرت دی گئی ہو کہ جسے چاہیں مارڈا لیں یا بیٹا بیٹی دے دیں یا آئی ٹال دیں یا مرادیں برا لائیں یا فتح و شکست دے دیں یا تو نگر بنادیں یا فقیر و فلاش کر دیں یا کسی کو بادشاہ بنادیں اور کسی کے ہاتھ میں کاسہ گدائی دے دیں یا کسی کو امیر یا وزیر بنادیں اور کسی کو فقیر و حقیر کر دیں۔ کسی کے دل میں ایمان ڈال دیں اور کسی سے چھین لیں۔ کسی بیمار کو تدرست یا تدرست کو بیمار کر دیں یہ اللہ ہی کی شان ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چھوٹا، بڑا یہ کام کرنے سے عاجز ہے اور عجز میں سب برابر ہیں۔

انبیاء غیب دان نہیں

اسی طرح یہ کوئی بڑائی نہیں کہ اللہ تعالیٰ غیب کی کنجیان انہیں دیدے کہ جب چاہیں کسی کے دل کی بات معلوم کر لیں یا جس غیب کی بات کو چاہیں معلوم کر لیں کہ فلاں کے ہاں اولاد ہو گی یا نہیں تجارت میں فائدہ ہو گا یا نہیں۔ بڑائی میں فتح ہو گی یا شکست۔ ان باتوں سے سب چھوٹے بڑے یکساں بے خبر ہیں پھر جس طرح کوئی بات عقل سے یا کسی قرینے

سے کہہ دی جاتی ہے اور اسی طرح ہو جاتی ہے جس طرح کہی گئی تھی اسی طرح یہ بڑے لوگ بھی جو بات عقل و قرینہ سے کہہ دیتے ہیں کبھی تو وہ ٹھیک ہو جاتی ہے اور کبھی غلط ہو جاتی ہے لیکن وہی الہام کی بات غلط نہیں ہوتی مگر وہی اختیار میں نہیں ہوتی۔

علم غیب کے متعلق ارشادات نبوی ﷺ

((أَخْرَجَ الْبَخَارِيُّ عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ مُعَاوِذٍ بْنِ عَفْرَاءَ رضي الله عنهَا قَالَتْ جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ حِينَ بُنْيَ عَلَى فَجَلَسَ عَلَى فِرَاشِهِ كَمَجْلِسِكَ مِنْ فَجَعَلَتْ جُوَيْرَيَاتُ يَضْرِبُنَ بِالْدُقَقِ وَ يَنْدُبُنَ مَنْ قُتِلَ مِنْ آبَائِي يَوْمَ بَدْرٍ إِذْ قَالَتْ إِحْدَاهُنَّ وَفِينَا نِبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِي غَيْرِ فَقَالَ دَعِيْ هَذَا وَقُولُنِي بِالَّذِي تَقُولُنِي))

ریچ بنت معوذ بن عفراءؓ سے روایت ہے کہ میری رخصتی کے وقت رسول ﷺ

لے عفراء حضرات عوف، معوذ اور معاذ رضی اللہ عنہم کی والدہ کا نام ہے۔ حضرت عفراء رضی اللہ عنہا = میرے پاس آئے پھر میرے بستر پر میرے پاس اتنے نزدیک بیٹھے جس طرح تم بیٹھے ہو۔ ہماری کچھ بچیاں دف بجا بجا کر بدر کے مقتولوں کا واقعہ بیان کرنے لگیں ایک نے یہ کہہ دیا کہ ہمارا نبی کل کی بات جانتا ہے فرمایا یہ بات چھوڑ دے اور جو پہلے کہہ رہی تھی وہی کہتی رہ۔ (بخاری)

یعنی ریچ انصاریہ کی شادی کے موقعہ پر نبی اکرم ﷺ ان کے پاس آبیٹھے۔ بچیوں نے گانے میں یہ بھی کہہ دیا کہ ہمارا نبی کا کی بات جانتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اسے منع کیا

اور فرمایا کہ یہ بات نہ کہہ۔ معلوم ہوا کہ کسی بڑے سے بڑے انسان کے بارے میں یہ عقیدہ نہ رکھ کے وہ غیب دان ہے، شعراء رسول اللہ ﷺ کی تعریف میں جو آسمان و زمین کے قلابے ملایا کرتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ بطور مبالغہ ایسا کہا گیا یہ غلط ہے کیونکہ آپ ﷺ نے اپنی تعریف کا اسی قسم کا شعر بچیوں کو بھی نہ پڑھنے دیا چہ جائیکہ عاقل شاعر اس قسم کے اشعار کہے یا سئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد

((أَخْرَجَ الْبَخَارِيُّ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ مَنْ أَخْبَرَكَ أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْلَمُ الْخَمْسَ الَّتِي قَالَ اللَّهُ تَعَالَى إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ فَقَدْ أَعْظَمَ الْفَرِيَةَ))

.....
= کے چھ بیٹے تھے جو سب کے سب عزوہ بدر میں شریک ہوئے۔ ان میں سے دو غزوہ بدر میں شہید ہو گئے۔ اور معاذ اور معاذ رضی اللہ عنہما نے مل کر ابو جہل کو مارا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جس نے تمہیں خبر دی کہ محمد رسول اللہ ﷺ ان پانچ باتوں کو جانتے تھے جن کی اللہ پاک نے اس آیت "إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ" میں خبر دی ہے اس نے بڑا بردست بہتان باندھا۔ (بخاری)

((أَخْرَجَ الْبَخَارِيُّ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ مَنْ أَخْبَرَكَ أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْلَمُ الْخَمْسَ الَّتِي قَالَ اللَّهُ تَعَالَى إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ فَقَدْ أَعْظَمَ الْفَرِيَةَ))

((أَخْرَجَ الْبَخَارِيُّ عَنْ أُمِّ الْعَلَاءِ الْأَنْصَارِيَّةِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّدَ اللَّهُ لَا أَذْرِيْ وَأَنَا رَسُولُ اللَّهِ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ))

یعنی وہ پانچ باتیں سورہ لقمان کے اخیر میں ہیں۔ جس کا بیان گزر چکا کہ تمام غیب کی باتیں ان ہی پانچ چیزوں میں داخل ہیں لہذا جو کوئی یہ کہے کہ آپ ﷺ غیب کی سب باتیں جانتے تھے اس نے بڑا بھاری بہتان باندھا۔ غیب تو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی جانتا ہی نہیں۔

ام علاء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم مجھے معلوم نہیں حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا پیش آئے گا اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا۔ (بخاری)

یعنی اللہ پاک بندوں سے دنیا میں یا قبر میں یا آخرت میں جو معاملہ کرے گا اس کا حال کسی کو بھی معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو۔ نہ اپنا حال معلوم نہ دوسروں کا حال معلوم۔ اگر وحی کے ذریعے کسی کو یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں کا انجام بغیر ہے تو وہ ایک محمل علم ہے۔ اس سے زیادہ معلوم کرنا ان کے بس سے باہر ہے۔

پانچواں باب

شُرُكٌ فِي التَّصْرِيفِ كَيْ تُرَدِّيْدِيْر

﴿قُلْ مَنْ بِيَدِهِ مَلْكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ☆ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ قُلْ فَإِنِّي تُسْحَرُونَ﴾

آپ ﷺ فرمادیں کون ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا اختیار ہے اور وہ پناہ دیتا

ہے اور اس کے مقابل میں کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔ اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ وہ اللہ ہی کو بتائیں گے آپ ﷺ فرمادیں پھر کیوں دیوانے بنے جاتے ہو۔
(المؤمنون: ۸۸-۸۹)

یعنی جس مشرک سے پوچھا جائے کہ ایسی شان کس کی ہے جس کے اختیار و تصرف میں ہر چیز ہے جو چاہے کرے۔ اس کا تھک کوئی پکڑنے والا نہ ہو اور کوئی اس کی بات ٹال نہ سکے تو وہ کہیں گے اللہ تعالیٰ ہی ہے تو پھر رسول سے مراد یہ مانگنا پاگل پن ہوا۔ معلوم ہوا کہ عہد رسالت میں بھی لوگ اس بات کے قائل تھے کہ اللہ کے برابر اور مقابلے کا کوئی نہیں مگر ہتوں کو اپنا وکیل سمجھ کر پوچھتے تھے اور ان سے مانگتے تھے اسی وجہ سے مشرک ہوئے۔ آج بھی اگر کوئی اس علم میں کسی مخلوق کے تصرف کا قائل ہو اور اپنا وکیل سمجھ کر اس کی عبادت کرے تو مشرک ہو جائے گا گواں کو اللہ تعالیٰ کے برابر نہ سمجھتا ہو اور اس کے مقابلے کی طاقت اس میں نہ جانتا ہو۔

نفع و نقصان کا مالک صرف اللہ ہے

﴿قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشْدًا★ قُلْ إِنِّي لَنْ يُجِيرَنِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ وَلَنْ أَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحِدًا﴾

(اے محمد ﷺ) آپ ﷺ فرمادیں کہ میں تمہارے لئے نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتا آپ فرمادیں کہ مجھے کوئی اللہ سے ہرگز نہیں بچا سکتا اور میں اس کے سوا کہیں بچا نہیں پاتا۔ (الجیل: ۲۱-۲۲)

یعنی میں تمہارے نفع و نقصان پر اختیار نہیں رکھتا۔ میرے امتی ہونے کی وجہ سے تم لوگ مغرور ہو کر یہ خیال کر کے حد سے نہ بڑھنا کہ ہمارا پایہ مضبوط ہے ہمارا وکیل زبردست اور ہمارا شفیع بڑا محبوب ہے ہم جو چاہیں کریں وہ ہمیں اللہ کے عذاب سے بچالے گا کیونکہ میں خود ہی ڈرتا ہوں اور اللہ کے سوا کہیں پناہ گاہ نہیں دیکھتا۔ دوسروں کو کیا بچا سکوں گا۔ معلوم ہوا کہ جو عوام پیروں پر بھروسہ کر کے اللہ کو بھول جاتے ہیں اور حکم عدوی کرتے ہیں، واقعتاً گمراہ ہیں کیونکہ سر کار رسالت دن رات اللہ سے ڈرتے تھے اور اس کی رحمت کے سوا کہیں اپنا بچا و نہیں جانتے تھے بھلا کسی اور کا تو کہنا ہی کیا ہے۔

اللہ کے سوا کوئی رازق نہیں

﴿وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُوْنِ اللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ مِنْ رِزْقًا مِنَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ شَيْئًا وَلَا يَسْتَطِعُونَ﴾

بشر کا اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرتے ہیں جو آسمان و زمین سے روزی پہنچانے میں کچھ بھی دخل نہیں رکھتے اور نہ رکھ سکتے ہیں۔ (انخل: ۳۷)

یعنی ایسے لوگوں کی اللہ کی سی تعظیم کرتے ہیں جو قطعی بے بس ہیں۔ روزی پہنچانے میں ان کا کچھ بھی دخل نہیں۔ نہ آسمان سے مینہ برسا سکیں اور نہ زمین سے کچھ اگا سکیں کسی طرح کی بھی سکت نہیں۔ معلوم نہیں عوام میں جو یہ بات مشہور ہے کہ بزرگوں کو عالم میں تصرف کی تو قدرت ہے مگر تقدیر اللہ پر شاکر ہیں۔ ادب سے دم نہیں مارتے ورنہ اگر چاہیں تو کائنات کو زیر بزرگ دیں لیکن شرکی عظمت کا خیال کر کے چپ ہیں یہ قطعی غلط ہے کائنات میں نہ انہیں با فعل دخل ہے نہ بالقوہ یعنی ان میں اس قسم کے تصرف کی صلاحیت و قدرت

ہی نہیں۔

صرف اللہ کو پکارو

﴿وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذَا
مِنَ الظُّلْمِيْنَ﴾

اللہ کو چھوڑ کر اس کو مت پکاریے جو آپ کو نہ فتح پہنچا سکے اور نہ نقصان۔ اگر آپ ایسا کریں گے تو آپ ظالم بن جائیں گے۔ (یونس: ۱۰۶)

یعنی عزت و جلال والے اللہ تعالیٰ کے ہوتے ہوئے ایسے ناکارہ لوگوں کو پکارنا جو نہ فتح کے مالک ہیں اور نہ نقصان کے، سراسر ظلم ہے کیونکہ سب سے بڑی ہستی کا مقام محض ناکارہ لوگوں کو دیا جا رہا ہے۔

﴿قُلِ اذْعُوا الَّذِيْنَ رَعَمْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلُكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي
السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِنْ شُرْكٍ وَمَا لَهُمْ مِنْ
ظَهِيرٍ☆ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ حَتَّى إِذَا فُزِعَ عَنْ
قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقُّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ﴾

آپ فرمادیجھے کہ انہیں پکار کر دیکھو تو سہی جن کو تم نے اللہ کے سوا معبود خیال کر رکھا ہے وہ آسمانوں میں اور زمین میں ذرہ برابر بھی اختیار نہیں رکھتے نہ ان میں ان کا کوئی حصہ ہے اور نہ ان میں کوئی اللہ کا مددگار ہے اس کے آگے کسی کی سفارش کام نہیں آئے گی مگر جس کو وہ اجازت دے دے یہاں تک کہ جب ان کے دلوں

سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو کہتے ہیں تمہارے رب نے کیا فرمایا اور جواب دیتے ہیں کہ حق ہی فرمایا ہے وہی سب سے بلند و اعلیٰ ہے۔

بلا اذن شفاعت نہیں

یعنی آڑے وقت کسی سے مراد مانگنا اور جس سے مراد مانگی ہے اس کا مراد کو بدلانا کمی طرح ہے۔ جس سے مراد مانگی ہے وہ خود مالک ہو یا اس کا سا جھی ہو یا اس کا مالک پر دباؤ ہو جیسے بادشاہ دیگر امراء کا کہنا مان لیتا ہے کیونکہ وہ اراکین سلطنت ہیں اور ان کے ناراض

.....
یہ مطلب یہ کہ شافع اور مشفوع دونوں اذن کے انتظار میں مضطرب تھے۔ جب اذن مل گیا تو پھر ایک دوسرے سے سوال کرتے تھے کہ تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا۔ یہ نفیساتی کیفیت ہے جو اذن ملنے کے بعد سب پر طاری ہو گی۔ یعنی کیا اذن مل گیا۔ ((الحق)) الاذن بالشفاعة لمن ارضی۔ (کشاف)

ہونے سے حکومت کا نظم و نسق بگرتا ہے یا وہ مالک سے سفارش کرے اور مالک کو اس کی سفارش ماننی ہی پڑتی ہے خواہ دل سے مانے یا نہ مانے مثلاً شہزادیوں سے یا بیگماں سے بادشاہ کو محبت ہوتی ہے اور ان کی محبت کی وجہ سے ان کی سفارش رہنیں کی جاتی اب غور کرو کہ مشرک اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن بزرگوں کا پکارتے ہیں اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں نہ تو وہ کائنات میں مچھر کے ایک پر کے مالک ہیں نہ ان کا رتی بھر سا جھا ہے نہ الٰہی سلطنت کے رکن ہیں اور نہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کے معین و مددگار کہ ان سے دب کر اللہ تعالیٰ ان کی بات مان

لے اور نہ بلا اجازت الٰہی سفارش کے لئے لب ہلا سکتے ہیں کہ خواہ مخواہ اس سے کچھ دلادیں۔ بلکہ بارگارہ الٰہی میں ان کا یہ حال ہے کہ اس کے حکم کے آگے سب کے ہوش اڑ جاتے ہیں اور بدحواس و مرعوب ہو جاتے ہیں۔ احترام و دہشت کی وجہ سے دوسری دفعہ پوچھنے کی بھی جراءت نہیں ہوتی۔ بلکہ آپس میں ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ رب نے کیا کہا اور تحقیق کے بعد آمنا و صدقہ ہی کہنا پڑتا ہے چہ جائیکہ بات اٹی جائے یا کوئی وکالت و حمایت کی جراءت کرے۔

شفاعت کی قسمیں

یہاں ایک بات انتہائی اہم ہے اس کو یاد رکھا جائے کہ عوام انبیاء اور اولیاء کی شفاعت پر نازار ہیں اور شفاعت کے غلط معنی سمجھ کر اللہ کو بھول گئے ہیں درحقیقت شفاعت کے معنی سفارش کے ہیں۔ دنیا میں سفارش کی کئی صورتیں ہیں مثلاً بادشاہ کی نگاہ میں چور کی چوری ثابت ہو جائے اور کوئی امیر یا وزیر اس کی سفارش کر کے سزا سے بچالے بادشاہ تو چور کو سزا ہی دینا چاہتا تھا جیسا کہ آئین حکومت ہے مگر امیر سے دب کر اسے چھوڑ دیتا ہے کیونکہ امیر رکن سلطنت ہے اور اس کی وجہ سے سلطنت میں دن رات ترقی ہو رہی ہے بادشاہ یہ خیال کر کے کہ اس امیر کو ناراض نہیں کرنا چاہئے ورنہ حکومت کے نظم و نسق میں گڑ بڑ پیدا ہو جائے گی اور غصے کو پی جانا عین مناسب ہے چور کو معاف فرمادیتا ہے۔ اس قسم کی سفارش کو شفاعت وجاہت کہا جاتا ہے یعنی امیر کی جاہ و عزت کی وجہ سے اس کی بات مانی گئی۔

”شفاعت وجہت“، ممکن نہیں

اللہ عزوجل کے حضور شفاعت وجہت قطعی طور پر ناممکن ہے جو شخص کسی غیر اللہ کو اس قسم کا شفیع مان لے وہ قطعی مشرک ہے اور بڑا جاہل ہے اس نے اللہ کے معنی سمجھنے نہیں اور شہنشاہ کی قدر و منزلت پہچانی ہی نہیں۔ اس شہنشاہ (باری تعالیٰ) کی تو یہ شان ہے کہ اگر چاہے تو لفظ کن سے کڑوڑوں نبی، ولی، جن، فرشتے، جبریل اور محمد ﷺ کے برابر ایک آن میں پیدا کر دے اور ایک دم عرش سے فرش تک ساری کائنات کو زیر وزیر کر دے اور دوسرا عالم پیدا کر دے۔ اس کے تواردے ہی سے ہر چیز پیدا ہو جاتی ہے اسے مادے کی اور سامان کی حاجت نہیں۔ اگر آدم سے لے کر قیامت تک کے تمام انسان اور جن جبریل و پیغمبر جیسے ہو جائیں تو ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی سلطنت میں کچھ بھی رونق نہ بڑھے گی اور اگر سب شیطان و دجال بن جائیں تو اس کی حکومت کی کچھ رونق بھی نہ گھٹے گی وہ ہر حال میں تمام بڑوں کا بڑا اور تمام بادشاہوں کا بادشاہ ہے نہ کوئی اس کا کچھ بگاڑ سکے اور نہ بناسکے۔

”شفاعت محبت“، ممکن نہیں

((يَا عَبَادِي لَوْاَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوا عَلَىٰ
أَنْقَى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْكُمْ مَارَادَ فِي مُلْكِي شَيْئاً يَا عَبَادِي لَوْاَنَّ
أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوا عَلَىٰ أَفْجَرَ قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ

ِمنْكُمْ مَا نَقَصَ ذَلِكَ مِنْ مُلْكِيْ شَيْئاً)

سفارش کی دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی شہزادہ، بیگم یا بادشاہ کا محبوب کھڑا ہو جائے اور چور کو سزا نہ دینے دے۔ بادشاہ اس کی محبت کی وجہ سے اسے ناراض نہ کرنا چاہے اور چور کو معاف فرمادے اس کی سفارش کو شفاعت محبت کہا جاتا ہے۔ بادشاہ نے اس کی محبت سے مجبور ہو کر اس خیال سے کہ محبوب کی ناراضگی سے

ب۔ ترجمہ: اے میرے بندو! اگر تم میں سے سب انسان اور جن جو پہلے گزر چکے اور جو آئندہ پیدا ہوں گے اس شخص کی طرح نیک ہو جاتے جو تم میں سب سے زیادہ متقدم ہے تو یاد کھو اس سے میری سلطنت میں کچھ بھی اضافہ نہ ہوتا۔ اے میرے بندو! اگر تم سب انسان اور جن جو پہلے گزر چکے اور جو آئندہ ہوں گے اس شخص کی طرح بد کار ہو جاتے جو تم میں سب سے زیادہ بد کار ہے، تو اس سے میری سلطنت میں کچھ بھی کمی نہ آتی۔

خود مجھے تکلیف پہنچے گی محبوب کی بات مان لی۔ اللہ تعالیٰ کے دربار میں یہ باب بھی ناممکن ہے۔ اگر کوئی کسی نبی یا ولی کو اس قسم کا شفیع سمجھے وہ بھی پاک مشرک اور نزا جاہل ہے۔ وہ شہنشاہ اپنے بندوں کو لتنا ہی نوازے۔ کسی کو حبیب، کسی کو خلیل، کسی کو کلیم، کسی کو روح اللہ اور کسی کو وجہیہ کا خطاب عطا فرمائے اور کسی کو رسول کریم، مکین، روح القدس اور روح الامین کے معزز القاب سے نوازے مگر مالک، مالک ہی ہے اور غلام، غلام ہی ہے۔ ہر ایک کا اپنا مقام ہے جس سے آگے وہ نہیں بڑھ سکتا۔ غلام جس طرح اس کی رحمت سے متاثر ہو کر مسرت سے جھومتا ہے۔ اسی طرح اس کی

ہبیت سے بھی اس کا پتہ پانی ہو جاتا ہے۔

”شفاعت بالاذن“

سفارش کی تیسرا صورت یہ ہے کہ چور کی چوری تو ثابت ہو گئی مگر وہ پیشہ ور چور نہیں ہے، بد قسمتی سے اس سے چوری سرزد ہو گئی۔ شرم کے مارے پانی پانی ہے، ندامت سے سر جھکا ہوا ہے۔ دن رات سزا کا خوف اسے کھارہا ہے۔ آئین کی حرمت کو سر آنکھوں پر رکھتا ہے اور خود کو سیاہ کار، گنہگار اور سزا کا مستحق سمجھ رہا ہے بادشاہ سے بھاگ کر کسی امیر یا وزیر کا رخ نہیں کرتا۔ اور اس کے مقابلے میں کسی کی حمایت کا قائل نہیں، شب و روز بادشاہ ہی کا منہ تک رہا ہے کہ سرکار عالیٰ کے یہاں سے اس خطا کار گنہگار کے لئے کیا سزا تجویز ہوتی ہے۔ بادشاہ کو اس کے حال زار پر ترس آ جاتا ہے، اور اس سے درگزر کرنا چاہتا ہے مگر حرمت آئین کا الحاظ رکھنا چاہتا ہے کہ کہیں قانون کا احترام لوگوں کی نگاہ سے گرنہ جائے۔ اب کوئی امیر یا وزیر بادشاہ کا اشارہ پا کر سفارش کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے بادشاہ اس امیر کی عزت افزائی کے لئے بظاہر اس کی سفارش کا نام کر کے چور کا قصور معاف فرمادیتا ہے امیر نے چور کی اس لئے سفارش نہیں کی کہ وہ اس کا رشتہ دار یا دوست آشنا ہے یا اس کی حمایت کا اس نے ذمہ لے لیا تھا بلکہ محض بادشاہ کی مرضی دیکھ کر سفارش کے لئے کھڑا ہوا ہے کیونکہ وہ تو بادشاہ کا امیر ہے نہ کہ چوروں کا حمایتی کیونکہ چور کا حمایتی بھی چور ہوتا ہے اس قسم کی سفارش کو شفاعت بالاذن (اجازت و مرضی سے سفارش) کہا جاتا ہے۔ دربار الہی میں اس قسم کی سفارش ہو گی۔ قرآن پاک میں جس نبی یا ولی کی شفاعت کا بیان ہے وہ یہی شفاعت

صراطِ مستقیم

ہر انسان کا فرض ہے کہ اللہ ہی کو پکارے اسی سے ہر وقت ڈر تا رہے۔ اسی سے گناہوں کی معافی مانگتا رہے۔ اسی کے آگے گناہوں کا معرفت رہے۔ اسی کو اپنا مالک اور حمایتی سمجھے۔ اللہ کے سوا اپنا ٹھکانہ جانے اور کبھی کسی کی حمایت پر اعتماد نہ کرے کیونکہ ہمارا رب بڑا ہی معاف کرنے والا اور انتہائی مہربان ہے وہ اپنے فضل و کرم سے سب بگڑے کام بنادے گا، اور اپنی مہربانی سے سارے گناہ معاف فرمادے گا۔ اور جس کو چاہے گا اپنے حکم سے

تمہارا شفیع بنا دے گا۔ جس طرح تم اپنی ہر حاجت اسی کو سونپتے ہو اسی طرح یہ حاجت بھی اسی کو سونپ دو کہ وہ جسے چاہے تمہارا شفیع بنا کر کھڑا کر دے۔ کسی کی حمایت پر کبھی بھروسہ مت کرو۔ اسی کو اپنی حمایت کے لئے پکارو۔ حقیقی مالک کو کبھی نہ بھولو۔ اس کے احکام شرعیہ کی قدر کرو اور ان کے آگے رسم و رواج کو ٹھکراؤ۔ احکام شرعیہ کو چھوڑ کر رسم و رواج کی پابندی بڑا بھاری جرم ہے سارے نبی اور ولی اس سے تنفر ہیں وہ ہرگز ہرگز ایسے لوگوں کے شفیع نہیں بنتے جو رسم و رواج کو نہ چھوڑیں اور احکام شرعیہ کو پامال کریں بلکہ وہ اٹھے ان کے دشمن ہو جاتے ہیں اور ان سے ناراض ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ ان کی بزرگی اسی بات پر موقوف تھی کہ وہ اللہ کی خاطر کو سب پر مقدم رکھتے تھے، یہوی بچوں کو، مریدوں کو، شاگردوں کو، نوکر چاکر کو اور یار دوستوں کو اللہ کے لئے چھوڑ دیتے تھے اور جب وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کام کرتے تھے تو یہ ان کے دشمن بن جاتے تھے۔ بھلا غیر اللہ کو پکارنے والوں میں کیا خوبی ہے کہ بڑے بڑے لوگ ان کے حمایتی بن کر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ان کی طرف سے اللہ تعالیٰ سے جھگٹریں۔ ایسا ہرگز نہ ہو گا بلکہ وہ تو ان کے دشمن ہیں۔ اللہ ہی کے لئے محبت اور اللہ ہی کے لئے دشمنی ان کی شان ہے اگر کسی کے بارے میں اللہ کی یہی رضا ہے کہ وہ جہنم میں گرانے کو تیار ہیں وہ تو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے تالیع ہیں جدھر اس کی رضا ہو گی اُدھر ہی جھکیں گے۔

((أَخْرَجَ التَّرْمِذِيُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كُنْتُ
خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ يَا غَلَامُ احْفَظِ اللَّهَ يَحْفَظُكَ،
إِحْفَظِ اللَّهَ تَجِدُ تُجَاهَكَ وَإِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللَّهَ وَإِذَا اسْتَعْنَتْ

فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ وَاعْلَمْ أَنَّ الْاُمَّةَ لَوِجَّتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَنْفَعُوكَ بَشَرٌ لَمْ
يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَرٍّ قَدْ كَتَبَ اللَّهُ لَكَ وَلَوِ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ يَضْرُوكَ
بِشَرٍّ لَمْ يَضْرُوكَ إِلَّا بِشَرٍّ قَدْ كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْكَ رُفْعَتِ الْأَقْلَامُ
وَجُفِّتِ الصُّحُفُ)).

ابن عباس رضي الله عنهمہ نے کہا کہ ایک دن میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے تھا آپ
نے فرمایا کہ اے پیچے اللہ کو یاد رکھ اللہ تجھے یاد رکھے گا اللہ کو یاد رکھا اس کو اپنے
سامنے دیکھ لے گا اور جب تو سوال کرے تو اللہ ہی سے کراور جب مدد مانگے تو اللہ
ہی سے مانگ یقین مان کر اگر تمام لوگ تجھے کچھ نفع پہنچانے پر اتفاق کر لیں تو اسی
قدر نفع پہنچا سکیں کے جو اللہ نے تیرے لئے لکھ دیا ہے اور اگر سب مل کر نقصان
پہنچانے پر اتفاق کر لیں تو اسی قدر نقصان پہنچا سکیں گے جو تیرے لئے لکھا ہوا ہے،
قلم اٹھا لئے گئے اور کتابیں خشک ہو گئیں۔ (ترمذی)

یعنی اللہ تعالیٰ شہنشاہ حقیقی ہے زمینی بادشاہوں کی طرح مغروہ نہیں کہ کوئی کتنا ہی
سر مارے مگر غرور کے مارے اس کی طرف توجہ ہی نہ کرے اسی لئے رعایا بادشاہوں سے براہ
راست سوال نہیں کرتی بلکہ بواسطہ امراء سوال کرتے ہیں تاکہ انہیں کی خاطر درخواست
منظور ہو جائے مگر اللہ کی یہ شان نہیں وہ تو انہنائی لطف و کرم والا اور بڑا ہی مہربان ہے۔
اس تک پہنچنے میں کسی کی وکالت کی ضرورت ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اس کا خیال آئے وہ تو فرداً
فرد اہر ایک کا خیال رکھتا ہے۔ سب کو یاد رکھتا ہے خواہ کوئی سفارش کرے یا نہ کرے وہ پاک
و بلند و برتر ہے اور اس کا دربار دنیا کے بادشاہوں جیسا نہیں کہ رعایا کی وہاں تک رسائی نہ

ہو سکے اور امراء ہی رعایا پر حکم چلا گئیں اور رعایا کو ان کے احکام مانے ہی پڑیں بلکہ یا اللہ دربار ہے اور وہ اپنے بندوں سے قریب تر ہے۔ جو معمولی انسان اس کی طرف دل سے متوجہ ہو وہ ہی اپنے سامنے اس کو پالے۔ اپنی ہی غفلت کے جواب کے سوا کوئی اور جواب ہی نہیں۔

اللہ سب سے نزدیک ہے

اگر کوئی اس سے دور ہے تو محض اپنی غفلت کی وجہ سے دور ہے ورنہ مالک سب سے نزدیک ہے پھر جو کوئی کسی نبی یا ولی کو اس لئے پکارتا ہے کہ وہ اس کو اللہ تعالیٰ سے قریب کر دیں تو یہ نہیں سمجھتا کہ نبی ولی تو پھر بھی اس سے دور ہیں اللہ تعالیٰ تو اس سے بہت ہی قریب ہے، اس کی مثال یوں سمجھو کوہ ایک غلام بادشاہ کے پاس تھا ہے بادشاہ اس کی درخواست سننے کے لئے ہمہ تن متوجہ ہے لیکن وہ کسی امیر کو آواز دے کر پکارتا ہے کہ جناب بادشاہ کے حضور میں میری عرض داشت پیش فرمادیں۔ تمہارا اس غلام کے بابت کیا خیال ہے ظاہر ہے کہ یہ غلام یا تو اندھا ہے یا دیوانہ۔ فرمایا ہر شخص اللہ ہی سے مانگ لے اور آڑے وقت اسی سے مدد چاہے اور یہ بات یقین سے سمجھ لے کہ تقدیر کا لکھا ہر گز نہیں مٹ سکتا۔ اگر تمام دنیا مل کر کسی کو نفع یا نقصان پہنچائے تو تحریر تقدیر سے آگے نہیں بڑھ سکتے معلوم ہوا کہ تقدیر کو بد لئے کی کسی میں طاقت نہیں۔ جس کے مقدار میں اولاد نہیں اسے کون اولاد دے اور جس کے مقدار میں عمر کا پیانہ لبریز ہو چکا، کون ہے جو اس کی مدت حیات میں اضافہ کر دے؟ پھر یہ کہنا کہ اللہ نے اپنے ولیوں کو تقدیر بدل ڈالنے کی طاقت بخشی ہے غلط ہے۔ بات یہ ہے

کہ حق تعالیٰ بھی اپنے ہر بندے کی دعا قبول فرماتا ہے اور ان بیاء اولیاء کی اکثر دعائیں قبول فرمائیتا ہے۔ دعا کی توفیق بھی وہی دیتا ہے اور قبول بھی وہی فرماتا ہے دعا کرنا اس کے بعد مراد برآنادوں بتیں تقدیر میں لکھی ہوئی ہیں۔ دنیا کا کوئی کام تقدیر سے باہر نہیں کسی میں کوئی کام کرنے کی طاقت نہیں خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا، نبی ہو یا ولی۔ ہاں اللہ سے دعائے نگے بس اسے اتنی ہی طاقت ہے اس کے بعد مالک و مختار کو اختیار ہے چاہے از راہ مہربانی قبول فرمائے اور چاہے تو از راہ حکمت قبول نہ فرمائے۔

.....

ب۔ تقدیرِ علم الٰہی کا دوسرا نام ہے۔ انسان نہیں جان سکتا کہ اس کی یا کسی دوسرے کی تقدیر میں کیا لکھا ہے۔ اس نے ہر انسان کا پہلا اور آخری فرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اوصاف و نوادری کا پابند رہے۔ اور اس کے فضل سے بھلائی کی امید رکھے۔

صرف اللہ پر بھروسہ کرو

((أَخْرَجَ أَبْنُ مَاجَهٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ قَلْبَ أَبْنِ آدَمَ بِكُلِّ وَادِ شُعْبَةً فَمِنْ أَتَبَعَ قَلْبَهُ الشُّعْبَ كُلَّهَا لَمْ يُبَالِ اللَّهَ بِأَيِّ وَادٍ أَهْلَكَهُ وَمَنْ تَوَكَّلَ عَلَى اللَّهِ كَفَاهُ الشُّعْبَ))

عمر و بن العاص رضي اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان

کے دل کے لئے ہر میدان میں ایک راہ ہے پھر جس نے اپنے دل کو تمام راہوں کے پیچھے لگا دیا تو اللہ پاک اس کی پرواہ نہ کرے گا کہ کون سے میدان میں تباہ کیا گیا اور جو اللہ پر بھروسہ کرے اللہ پاک اسے تمام میدانوں میں کافی ہو جائے گا۔

(ابن ماجہ)

یعنی جب انسان کسی مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے یا اسے کسی چیز کی طلب ہوتی ہے تو اس کے خیالات چاروں طرف دوڑتے ہیں کہ فلاں نبی کو یا فلاں امام کو یا فلاں پیر کو یا فلاں شہید کو یا فلاں پری کو پکارا جائے یا فلاں نجومی یا فلاں رمال سے یا کاہن سے یا بختار سے پوچھا جائے یا فلاں مولوی سے فلاں کھلوائی جائے۔ پھر جو کوئی ہر خیال کے پیچھے دوڑتا ہے اللہ پاک اس سے اپنی قبولیت والی نگاہ پھیر لیتا ہے اس کو اپنے مخلص بندوں میں شمار نہیں فرماتا اور اس کے ہاتھ سے اللہ کی تربیت و ہدایت کی راہ جاتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ ان خیالات کے پیچھے دوڑتا تباہ ہو جاتا ہے کوئی دہریہ بن جاتا ہے کوئی ملحد، کوئی مشرک اور کوئی سب سے منکر ہو جاتا ہے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھتا ہے کسی خیال کے پیچھے نہیں دوڑتا وہ اللہ عز و جل کا مقبول بندہ ہے اس پر ہدایت کی راہیں کھل جاتی ہیں اور اس کے قلب کو ایسا چین و آرام میسر آ جاتا ہے کہ خیالات کے پیچھے دوڑنے والوں کو وہ چین ہرگز نصیب نہیں ہوتا۔ تقدیر کا لکھا تو پورا ہی ہوتا ہے مگر خیالات کے پیچھے لپکنے والا خواہ مخواہ پیچ و تاب کھاتا رہتا ہے اور تو کل وا لے کو آرام مل جاتا ہے۔ بلے

اللہ پاک کو دنیوی بادشاہوں کی طرح نہ سمجھو کہ بڑے کام تو خود کرتے ہیں اور چھوٹے چھوٹے کام نوکروں سے کرواتے ہیں اس لئے لوگوں کو چھوٹے چھوٹے کاموں میں

نوكروں سے اتبا کرنی پڑتی ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا کارخانہ ایسا نہیں ہے وہ قادر مطلق تو پک جھکنے میں بے شمار چھوٹے بڑے کام ٹھیک فرمادیتا ہے اس کی سلطنت میں کوئی شریک اور سا جھی نہیں اس لئے چھوٹی چیز بھی براہ راست اس سے مانگو کیوں کہ اس کے سواتو کوئی اور نہ چھوٹی چیز دے سکتا ہے اور نہ بڑی۔

قرابت کام نہیں دے سکتی

((وَأَخْرَجَ الشَّيْخَانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ
لَمَّا نَزَلْتُ وَأَنْذَرْتُ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَابَتَهُ فَعَمَّ

بے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر ایک مسلمان کو اپنے رب سے اپنی ضرورت میں مانگنی چاہئیں۔ یہاں تک کہ نہ کبھی اسی سے مانگے اور جو تے کا نہ مہ جب ٹوٹ جائے وہ بھی اسی سے مانگے۔ (ترمذی)

وَخَصَّ فَقَالَ يَا بَنِيَّ كَعْبَ ابْنِ لُؤِيٍّ أَنْقِذُوْا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ.
أَخْرَجَ التِّرْمِذِيُّ عَنْ أَنَسِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَسْتَأْلِمَ أَحَدُكُمْ رَبَّهُ حَاجَتَهُ كُلَّهَا حَتَّى يَسْأَلَهُ الْمِلْحَ وَحَتَّى
يَسْتَأْلِمَ شِسْعَ نَعْلِهِ إِذَا انْقَطَعَ.
فَإِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئاً أَوْ قَالَ فَلَنِّي لَا أُغْنِيَ عَنْكُمْ مِنَ اللَّهِ
شَيْئاً وَيَا بَنِيَّ مُرَّةَ بِنِ كَعْبٍ أَنْقِذُوْا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ فَلَنِّي لَا أُغْنِيَ

عَنْكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَيَا بَنِي عَبْدِ شَمْسٍ أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ
 فَإِنِّي لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَيَا بَنِي عَبْدِ مُنَافٍ أَنْقِذُوا
 أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ فَإِنِّي لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَيَا بَنِي هَاشِمٍ
 أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ فَإِنِّي لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَيَا
 عَبْدَ الْمُطَلِّبِ أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ فَإِنِّي لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللَّهِ
 شَيْئًا وَيَا فَاطِمَةُ أَنْقِذِي نَفْسِكِ مِنَ النَّارِ سَلِينْيَ مَا شِئْتِ مِنْ مَالِي
 فَإِنِّي لَا أُغْنِي عَنِكِ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا).

حضرت ابو ہریہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب آیت (وانذر عشیر تک الاقریبین) (اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ) اتری تو نبی ﷺ نے اپنے رشتہ داروں کو بلا کر فرمایا کہ اے اولادِ کعب بن الوی! اپنی جانوں کو آگ سے بچاؤ، میں اللہ کے عذاب سے تمہارے کچھ کام نہ آسکوں گا۔ اے اولادِ عبدِ شمس! اپنی جانوں کو آگ سے بچاؤ میں اللہ کے عذاب سے تمہارے کچھ کام نہ آسکوں گا۔ اے اولادِ عبدِ مناف! اپنی جانوں کو آگ سے بچاؤ، میں اللہ کے عذاب سے تمہارے کچھ کام نہ آسکوں گا۔ اے اولادِ ہاشم! اپنے نفسوں کو آگ سے بچاؤ، میں اللہ کے عذاب سے تمہارے کچھ کام نہ آسکوں گا۔ اے اولادِ المطلب! اپنی جانوں کو آگ سے بچاؤ، میں اللہ کے عذاب سے تمہارے کچھ کام نہ آسکوں گا۔ اے فاطمہ! اپنی جان کو عذاب سے بچاؤ لے مجھ سے میرا مال لے لے جو کچھ چاہئے کیونکہ میں اللہ کے عذاب سے تمہارے کچھ کام نہیں آؤں گا۔ (بخاری۔ مسلم)

یعنی جو لوگ کسی بزرگ کے رشتہ دار ہوتے ہیں انہیں بزرگوں کی حمایت کا بھروسہ ہوتا ہے اسی وجہ سے وہ مغرور ہو کر نذر ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے اللہ پاک نے اپنے محبوب پیغمبر سے فرمایا کہ اپنے رشتہ داروں کو ہوشیار کر دیں۔ آپ ﷺ نے ایک ایک کو یہاں تک کہ اپنی لاڈلی صاحبزادی کو بھی صاف صاف بتا دیا کہ حق قرابت اسی چیز میں ممکن ہے جو انسان کے اختیار میں ہے میرے اختیار میں میرا مال ہے اس کے دینے میں بخل سے کام نہیں لیتا لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں کا معاملہ میرے اختیار سے باہر ہے وہاں کسی کی بھی حمایت نہیں کر سکتا اور کسی کا بھی وکیل نہیں بن سکتا۔ ہر شخص قیامت کے لئے اپنی اپنی تیاری کر لے اور دوزخ سے بچنے کی آج ہی فکر کر لے۔ معلوم ہوا کہ کسی بزرگ کی رشتہ داری اللہ تعالیٰ کے ہاں کام آنے والی نہیں جب تک انسان خود نیک عمل نہ کرے میٹا پار ہونا مشکل ہے۔

چھٹا باب

عبادات میں شرک کی حرمت

عبادت کی تعریف

عبادت ان کاموں کو کہا جاتا ہے جو حق تعالیٰ نے اپنی تعلیم کے واسطے مقرر فرمائے کر بندوں کو

سکھائے ہیں۔ یہاں ہمیں یہ بتانا ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنی تعظیم کے واسطے کون کون سے کام بتائے ہیں تاکہ غیر اللہ کے لئے وہ کام نہ کئے جائیں اور شرک سے بچا جائے۔

عبادت صرف اللہ ہی کے لئے ہے

﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَى قَوْمِهِ إِنَّى لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ☆ أَنْ لَا تَعْبُدُوا

إِلَّا اللَّهُ إِنَّى أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمِ الْيَمِ﴾

بلاشہر ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا۔ انہوں نے کہا کہ اے قوم میں تمہیں ایک کھلاڑ رانے والا ہوں اس بات سے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو مجھے تم پر

قیامت کے دن دردناک عذاب کا اندریشہ ہے۔ (سوہ ہود: ۲۵-۲۶)

یعنی مسلمانوں اور کافروں میں حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے سے جھگڑا چلا آرہا ہے۔ اللہ کے مقبول بندے یہی کہتے آئے ہیں کہ اللہ کی سی تعظیم غیر اللہ کی نہ کرو۔ اور جو کام اس کی تعظیم کے لئے مقرر ہیں کسی اور کے لئے نہ کرو۔

سجدہ صرف اللہ کے لئے ہے

﴿لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ إِنْ

كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ﴾

سورج کو اور چاند کو سجدہ نہ کرو۔ اس اللہ کو سجدہ کرو جس نے انہیں پیدا کیا اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔ (حمد السجدہ: ۳۷)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اسلام میں سجدہ خالق ہی کا حق ہے لہذا کسی مخلوق کو سجدہ نہ کیا

جائے خواہ وہ چاند سورج ہوں یا نبی ولی ہوں یا حن اور فرشتے ہوں۔ اگر کوئی کہے کہ پہلے دینوں میں مخلوق کو بھی سجدہ روا تھا مثلاً فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا اس لئے اگر ہم بھی کسی بزرگ کو تعظیمی سجدہ کریں تو کیا حرج ہے۔ یاد رکھوں سے شرک ثابت ہو جاتا ہے ایمان نکل جاتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت میں بہنوں سے نکاح کرنا جائز تھا اسے دلیل سمجھ کر یہ لوگ اگر بہنوں سے نکاح کر لیں تو کیا حرج ہے۔ مگر سخت حرج ہے کیونکہ بہنیں محماتِ ابدیہ میں داخل ہیں جو کسی صورت سے حلال ہی نہیں۔ بات یہ ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے سرتسلیم ختم کر دینا چاہئے۔ اللہ کے فرمان کو بلا چون و چادر و جان سے مان لینا چاہئے خواہ مخواہ کی ججت نہیں پیش کرنی چاہئے کہ پہلے لوگوں کے لئے تو یہ حکم نہ تھا ہم پر کیوں مقرر کیا گیا۔ ایسی باتوں سے انسان کا فر ہو جاتا ہے۔ اس مضمون کو مثال تجوہ کہ ایک بادشاہ کے یہاں مدت تک ایک قانون پر عمل ہوتا رہا۔ پھر قانون بنانے والوں نے اسے منسوخ کر کے اس کی جگہ اور قانون بنادیا اب اس نئے قانون پر عمل ضروری ہے۔ اب اگر کوئی یہ کہنے لگے کہ ہم تو پہلے ہی قانون کو مانیں گے نئے قانون کو نہیں مانتے وہ باغی ہے اور باغی کی سزا جیل خانہ ہے اسی طرح ہی اللہ کے باغیوں کے لئے جہنم ہے۔

غیر اللہ کو پکارنا شرک ہے

﴿وَأَنَّ الْمَسْجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًاۚ وَأَنَّهُ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُونَهُ كَادُوا يَكُونُونَ عَلَيْهِ لِبَدَأًاۚ قُلْ إِنَّمَا أَدْعُونَا رَبِّنَا وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا﴾

یقین مانو مسجد یہی کی یہی الہذا اللہ کے ساتھ کسی اور کوئہ پکارو اور جب اللہ کا
بندہ اس کی عبادت کے لئے کھڑا ہوا تو قریب تھا کہ وہ بھیڑ کی بھیڑ بن کر اس پر
جھک پڑیں آپ ﷺ فرمادیں کہ میں تو اپنے رب ہی کو پکارتا ہوں اور اس کے
ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتا۔ (ابن: ۱۸-۱۹-۲۰)

یعنی جب کوئی اللہ کا بندہ اپنے پاک و صاف دل سے اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے تو یہ نادان
سمجھتے ہیں کہ بڑا پہنچا ہوا ہے۔ غوث و قطب ہے جس کو چاہے دے دے اور جس سے جو
چاہے چھین لے اس لئے ٹھٹھ کے ٹھٹھ اس کے پاس امید پر جمع ہو جاتے ہیں کہ بگڑی بنا دے
گا اب اس بندے کا فرض ہے کہ صحیح صحیح بات بتا دے کہ آڑے وقت اللہ تعالیٰ ہی کو پکارنا
چاہئے یہ حق کسی اور کانہیں ہے۔ اللہ ہی سے نفع و نقصان کی امید رکھنے چاہئے کیونکہ اس
طرح کا معاملہ غیر اللہ سے کرنا شرک ہے میں شرک اور شرک کرنے سے بیزار ہوں۔ اگر
کوئی مجھ سے اس قسم کا معاملہ کرنا چاہے تو میں اس سے راضی نہیں اور دینا اللہ ہی کا کام
ہے۔ وہی دیتا ہے اور وہی لیتا ہے میرے ہاتھ میں کچھ نہیں۔ وہی میرا اور تمہارا رب ہے الہذا
آؤ اور معبودان باطل کو چھوڑ کر اسی ایک وحدہ لا شریک، کو پکارو جو اپنی وحدانیت میں،
معبودیت میں، ربوبیت میں اور حاکمیت میں اکیلا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ (ہاتھ باندھ
کر) ادب سے کھڑا ہونا، پکارنا اور نام کا وظیفہ پڑھنا ان کاموں میں سے ہے جن کو حق تعالیٰ
نے اپنی تعظیم کے لئے مخصوص فرمادیا ہے یہ معاملہ غیر اللہ سے کرنا شرک ہے۔

﴿وَ آذِنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجَّ يَأْتُوكَ رَجَالًا وَ عَلَى كُلِّ ضَامِرِيَّاتِينَ
مِنْ كُلِّ فَجْعَ عَمِيقٍ ☆ لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَ يَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي آيَاتِ

مَغْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَارَّةَ قَهْمٍ مِنْ بَهِيَّةِ الْأَنْعَامِ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْمِعُوا
الْبَآئِسَ الْفَقِيرَ☆ ثُمَّ لَيَقْضُوا تَفَثَّهُمْ وَلَيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلَيَطَوَّفُوا
بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ》

آپ لوگوں میں حج کا اعلان کر دیں وہ آپ کے پاس پیدل اور ہر دبی سواری پر سوار ہو کر آئیں گے جو دور دراز سے آئیں گے تاکہ اپنے فائدوں کی جگہوں میں حاضر ہوں اور اللہ تعالیٰ نے چوپا یوں میں سے جو مویشی انہیں عطا فرمائے ہیں ان پر اللہ کا نام لیں اس میں سے کھاؤ بھی اور بحال محتاجوں کو کھلاؤ بھی۔ پھر اپنا میل کچیل صاف کرو نذرتوں کو پورا کرو اور بیت اللہ کا طواف کرو۔

(الحج: ۲۷-۲۹)

شعائر اللہ کی تعظیم کی جائے

یعنی حق تعالیٰ نے اپنی تعظیم کے لئے بعض جگہیں مقرر فرمائی ہیں جیسے کعبہ، عرفات، مزدلفہ، منی، صفا، مروہ، مقام ابراہیم، مسجد حرام، سارا کمہ معظلمہ بلکہ سارا حرم۔ لوگوں کو ان مقامات کی زیارت کا شوق دیا ہے کہ دنیا کے گوشے گوشے سے سست کر خواہ سوار ہو کر خواہ پاپیادہ دور سے بیت اللہ کی زیارت کے لئے آئیں سفر کی مشقتیں اٹھا کر ایک خاص بے سلے لباس میں مخصوص ہیئت سے وہاں پہنچیں، اور اللہ تعالیٰ کے نام کی کریں۔ اپنی منتین پوری کریں۔ بیت اللہ کا طواف کریں اور دلوں میں مالک کی تعظیم کی جو منگیں کرو ٹیں لے رہی ہوں بیت اللہ آ کر انہیں پوری کریں اس کی چوکھٹ کو چو میں۔ اس کے دروازے کے

سامنے بلکہ کر دعائیں مانگیں پھر کوئی بیت اللہ کا پرده تھام کر رہا کر اللہ سمجھا نہ و تعالیٰ سے دعا مانگ رہا ہے۔ کوئی وہاں اعتکاف میں بیٹھ کر رات دن ذکر اللہ کر رہا ہے۔

کوئی ادب سے خاموش کھڑا سے دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کر رہا ہے۔ بہر حال یہ سب کام اللہ تعالیٰ کی تعظیم و اکرام کے لئے کئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے ان کاموں کی وجہ سے خوش ہوتا ہے اور ان سے دونوں جہان میں فائدہ ہوتا ہے لہذا اس قسم کے کام غیر اللہ کی تعظیم کے لئے حرام و شرک ہیں۔ کسی قبر کی زیارت کے لئے یا کسی تھان یا چلہ پر دور دراز سے سفر کی مشقتیں اٹھا کر آنا اور میلے کھلے ہو کر وہاں پہنچنا، وہاں جا کر جانوروں کی قربانی کرنا، ملتیں پوری کرنا، کسی گھر یا قبر کا طواف کرنا، اس کی آس پاس کے جنگل کا ادب

بے حضرت شاہ شہید کے اس بیان سے اس خیال کی تائید ہوتی ہے۔ کہ کتاب ”تقویۃ الایمان“ حج سے تشریف آوری کے بعد لکھی گئی ہے۔ کیونکہ ایسی صراحت حج سے تشریف آوری کے بعد ہی ممکن تھی۔

واللہ اعلم۔

کرنا، وہاں شکار نہ کرنا، وہاں درختوں کو نہ کاٹنا، گھاس کے تنکے نہ توڑنا اور نہ اکھاڑنا اسی قسم کے اور کام کرنے اور ان سے دونوں جہان کی بھلائیوں کی امید رکھنا سب شرک ہے ان سے پہنچاہئے کیونکہ شریعت نے جن مقامات کی تعظیم کرنے کا حکم دیا ہے ان کے علاوہ اور جگہوں پر ایسا کرنا اور اپنی طرف سے ان کو دین میں داخل سمجھنا بدعۃ ہے۔ اطاعت و فرمانبرداری کا معاملہ اللہ ہی سے کرنا چاہئے، نہ کہ مخلوق سے۔

غیر اللہ کے نام کی چیز حرام ہے

﴿قُلْ لَا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ
يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ حِنْزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا
أَهْلَ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ فَمَنِ اضْطَرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادِ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ
رَّحِيمٌ﴾

آپ فرمادیجئے کہ میں اس وحی میں جو مجھ پر نازل ہوئی ہے کھانے والے پر کسی چیز کو حرام نہیں پاتا کہ وہ اسے کھائے مگر وہ چیز جو مدار ہے یا بہنے والا خون ہے یا خنزیر کا گوشت ہے کیونکہ یہ ناپاک ہے یا گناہ کی چیز ہے کہ اسے غیر اللہ کے نام پر مشہور کیا گیا ہو۔ اور اگر کوئی مجبور ہو جائے نہ تو نافرمانی کرے نہ حد سے باہر کل جائے تو تمہارا پروردگار بخشنے والا مہربان ہے۔ (الانعام: ۱۲۵)

یعنی جس طرح سور، خون اور مردار حرام ہے اسی طرح وہ جانور حرام ہے جو گناہ کی صورت میں ہو کر اللہ کے کا نہیں بلکہ کسی اور نام کا ہے۔ معلوم ہوا کہ جو جانور کسی مخلوق کے نام پر نامزد کر دیا جائے وہ حرام و ناپاک ہے مثلاً یہ کہہ دیا جائے کہ یہ سید احمد کبیر کی گائے، یہ شیخ سد و لے کا بکرا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس آیت میں اس بات کا بیان نہیں کہ وہ جانور جب ہی حرام ہو گا جب ذبح کرتے وقت اس پر غیر اللہ کا نام لیا جائے بلکہ محض نامزد کرنے ہی سے حرام ہو گیا۔ اگر کوئی جانور مرغی ہو یا بکری، اونٹ ہو یا گائے کسی مخلوق کے نام کا کر دیا جائے خواہ ولی کے نام کا ہو یا نبی کے۔ باپ و دادا کے نام کا ہو یا پیر و شیخ کے نام کا ہو یا پری کے نام

وَقَطْعِي حِرَام وَنَارِيْك ہے اور نام کا کرنے والا مشرک ہے۔

حکم صرف اللہ کے لئے ہے

اللہ عزوجل حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ انہوں نے جیل کے ساتھیوں سے فرمایا:

﴿يَصَاحِبِي السِّجْنِ إِرْبَابُ مُتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللَّهُ الْوَاحِدُ
الْقَهَّارُ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُوْنِهِ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَالْأَبْأَوْكُمْ
مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَنٍ إِنَّ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ أَمْرَ الْأَتَعْبُدُونَ إِلَّا إِيَّاهُ
ذَلِكَ الَّذِينَ الْقِيمُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾

اسے جیل کے ساتھیوں کیا متفرق رہ بہتر ہیں یا ایک اللہ جو بڑا زبردست ہے اس کو چھوڑ کر تم محض ناموں کو پوچھتے ہو۔ تم نے اور تمہارے باپ دادا نے نام رکھ لئے ہیں اللہ پاک نے اس کی کوئی دلیل نہیں اتاری۔ حکم صرف اللہ ہی کا ہے اس نے

۱۔ مستورات کا ایک فرضی پیر جس کے نام پر بکرا ذبح کیا جاتا ہے۔

تمہیں حکم دیا ہے کہ صرف اسی کی عبادت کرو یہی مضبوط دین ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔ (یوسف: ۳۹-۴۰)

ایک غلام کے لئے کئی آقاوں کا ہونا تکلیف دہ ہے اگر اس کا ایک ہی آقا ہے جو انسان کی ساری مرادیں پوری کرتا ہے اور اس کے گڑے کام بنادیتا ہے اس کے سامنے جھوٹے

مالکوں کی کوئی حیثیت نہیں بلکہ قطعی بے بنیاد خیالات ہیں کہ بارش کرنا کسی کے اختیار میں ہے، غلہ پیدا کرنا کسی اور کام کا مہم ہے۔ کوئی اولاد دیتا ہے کوئی تدرستی بجھتا ہے، پھر آپ ہی آپ ان کے نام مقرر کر لئے ہیں کہ فلاں کام کے مختار کا یہ نام ہے اور فلاں کے مختار کا یہ نام ہے اور خود ہی انہیں ان کاموں کے وقت پکارتے ہیں۔ رفتہ رفتہ ایک عرصہ کے بعد اسی طرح رسم پڑ جاتی ہے۔

من گھڑت نام شرک ہیں

حالانکہ اللہ کے سوا کون ہے اور نہ کسی کا یہ نام پایا جاتا ہے اور اگر کسی کا یہ نام ہے تو اس کو مشیت اللہ میں کوئی دخل نہیں۔ سب کاموں کے مختار کا نام اللہ ہے اور جس کا نام محمد یا علی ہے اس کو کسی بات کا اختیار نہیں۔ اس قسم کے خیالات باندھنے کا اللہ پاک نے حکم نہیں دیا اور مخلوق کا حکم ناقابل اعتبار ہے بلکہ اللہ پاک نے اس قسم کے خیالات قائم کرنے سے روک دیا ہے پھر اللہ کے سوا وہ کون ہے جس کے کہنے کا ان باتوں میں اعتبار کیا جائے خالص اور اصل دین یہی ہے کہ اللہ کے حکم پر چلا جائے اور اس کے آگے ہر گھنٹہ حکم دیا جائے اکثر لوگ اس راہ سے بھٹک گئے اور اپنے پیروں، اماموں اور بزرگوں کی راہ کو اللہ کی راہ سے مقدم سمجھ بیٹھے۔

خود ساختہ رسیمیں شرک ہیں

معلوم ہوا کہ کسی کی راہ و رسم کا نہ ماننا اور اللہ تعالیٰ ہی کا قانون ماننا انہیں چیزوں میں سے

ہے جن کو اللہ پاک نے اپنی تعلیم کے لئے مقرر فرمایا ہے لاب اگر کوئی یہی معاملہ کی مخلوق سے کرے گا تو پرانا مشرک ہو گا۔ انسانوں تک احکام اللہی کا پہنچنا رسولوں ہی کے واسطے ممکن ہے۔ اگر کوئی امام یا مجتہد یا غوث و قطب یا مولوی ملنا یا پیر و مشائخ یا بابا پ دادا یا کسی بادشاہ یا وزیر یا پادری یا پنڈت کی بات کو یا ان کی رسماں کو احکام شرعیہ پر مقدم سمجھے اور قرآن و حدیث کے ہوتے ہوئے پیر و مشائخ اور اماموں کے اقوال کو پیش کرے یا پیغمبر کے بارے میں یہ عقیدہ رکھے کہ شریعت ان ہی کے احکام ہیں وہ اپنی مرضی سے جو جی چاہتا ہے کہہ دیتے تھے اور اس کا ماننا امت پر فرض ہو جاتا تھا ان باتوں سے شرک ثابت ہو جاتا ہے۔ عقیدہ یہ ہونا چاہئے کہ حقیقی حکم اللہ ہے اور نبی م Hispan گوں کو اللہ کے احکام بنا نے والا ہوتا ہے اور قرآن و حدیث کے موافق بات کو مان لیا جائے اور جو بات قرآن و حدیث کے خلاف ہو اسے چھوڑ دیا جائے۔

.....

ب۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ کے حکم کے سوا کسی کا حکم سند نہیں بن سکتا۔ جو شخص مخلوق میں سے کسی کے حکم پر ادا و رسم کو سند سمجھے اس پر شرک ثابت ہوتا ہے۔ اگر مرنے سے پہلے پہلے اس نے چھی تو بہ نہ کی تو وہ ہمیشہ جہنم کی آگ میں جلتا رہے گا۔

لوگوں کو تعلیماً سامنے کھڑا رکھنا منوع ہے

((أَخْرَجَ التَّرْمِذِيُّ عَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَتَمَثَّلَ لَهُ الْرِّجَالُ قِيَامًا فَلْيَتَبَوَّأْ

مَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ))

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: جس کو اس بات سے مسرت ہو کہ لوگ اس کے سامنے تصویریوں کی مانند کھڑے رہیں تو وہ اپناٹھکا ناجہنم میں بنائے۔ (ترمذی)

یعنی جس شخص کی یہ خواہش ہو کہ لوگ اس کے سامنے با ادب ہاتھ باندھے ہوئے کھڑے رہیں، نہ ہلیں جلیں، نہ ادھر ادھر دیکھیں اور نہ بولیں چالیں بلکہ بت بنے ہوئے کھڑے رہیں وہ دوزخی ہے کیونکہ وہ الوہیت کا دعویدار ہے کہ جو تعظیم اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہے وہی اپنے لئے چاہتا ہے۔ نماز میں نمازی ہاتھ باندھ کر چپ چاپ ادھر ادھر دیکھے بغیر کھڑے ہوتے ہیں اور قیام اللہ کی ذات کے ساتھ خاص ہے۔ معلوم ہوا کہ کسی کے سامنے ادب و تعظیم کی غرض سے کھڑا ہونا ناجائز اور شرک ہے۔

بتوں اور تھانوں کی پوچا شرک ہے

((أَخْرَجَ التَّرْمِذِيُّ عَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَلْحَقَ قَبَائِلُ مِنْ أُمَّتِي بِالْمُشْرِكِينَ وَحَتَّى تَعْبَدَ قَبَائِلُ مِنْ أُمَّتِي الْأُوْثَانَ)).

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ قیامت نہیں آئے گی جب تک میری امت کے قبلے مشرکوں میں نہ جامیں اور بت پرستی اختیار نہ کر لیں۔ (ترمذی)

بت و طرح کے ہوتے ہیں۔ کسی کے نام کی تصویر یا مورتی بنا کر اس کو پوچا جائے اس کو

عربی میں صنم کہا جاتا ہے۔ کسی جگہ یاد رخت یا پھر یا لکڑی یا کاغذ کو کسی کے نام کا مقرر کر کے پوچھا جائے اس کو وشن کہا جاتا ہے۔ قبر، چلہ، لحد، چھڑی، تعریہ، علم، شدہ ۔۔۔ امام قاسم اور شیخ عبدال قادر کی مہندی۔ امام کا چبورہ اور استاد و مشائخ کے بیٹھنے کی جگہیں یہ سب وشن میں داخل ہیں اسی طرح شہید کے نام طاق، نشان اور توب جس پر بکرا چڑھایا جاتا ہے اور اسی طرح بعض مکانات بیماریوں کے نام سے مشہور ہیں۔ مثلاً سیتلا، مسافی، بھوپی، کالی، کالا اور براہی ۔۔۔ وغیرہ کی طرف بعض مقامات منسوب ہیں یہ سب وشن ہیں۔ صنم اور وشن دونوں کی پستش سے شرک ثابت ہوتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے خبر دی کہ قیامت کے قریب مسلمانوں کا شرک اسی قسم کا ہوگا۔ برخلاف دوسرے مشرکوں کے جیسے ہندو یا عرب کے مشرک کہ اکثر مورتوں کو مانتے ہیں یہ دونوں قسم کے لوگ مشرک ہیں اور اللہ کے اور رسول کے دشمن ہیں۔

۱۔ وہ جہنم اجوہہ دے کر بلا کی یاد میں تعزیوں کے ساتھ نکالتے ہیں۔

۲۔ یہ ہندوؤں کی مختلف دیویاں ہیں۔ سیتلا: جیچپ کی دیوی، جیچپ نکل آنے پر رفع مرض کے لئے اس دیوی کی پوچھا کی جاتی ہے۔

ذنخ لغیر اللہ لعنت کا باعث ہے

((أَخْرَجَ مُسْلِمٌ عَنْ أَبِي الطْفَلِيِّ أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَخْرَجَ صَحِيفَةً فِيهَا لَعْنَ اللَّهِ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللَّهِ))

حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک کتاب نکالی جس میں یہ حدیث تھی کہ جس نے جانور کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا اس پر اللہ کی اعنت ہے۔ (مسلم)

یعنی جو شخص اللہ کے سوا کسی مخلوق کا نام کا جانور ذبح کرے وہ ملعون ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک کاپی میں رسول اللہ ﷺ کی کئی حدیثیں لکھ رکھی تھیں ان میں یہ حدیث بھی تھی۔ معلوم ہوا کہ جانور اللہ ہی کا نام لے کر ذبح کرنے سے حلال ہوتا ہے۔ غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرنا شرک ہے اور جانور بھی حرام ہو جاتا ہے۔ اسی طرح وہ جانور بھی حرام ہوتا

مسانی: ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق سیتلا کی سات بہنیں تھیں۔ جن میں سے ایک کا نام مسانی تھا۔ اسے کسرہ یا چھوٹی بہن کی دیوی سمجھا جاتا تھا۔ بھوانی، کالی اور کالا بھی ہندوؤں کی مختلف دیویاں ہیں۔ براہی: ہندوؤں میں بیماریوں کی ایک دیوی کا نام ہے جس کی پوجا کی جاتی ہے تاکہ بیماریاں رفع ہو جائیں۔

ممکن ہے کسی شخص کے دل میں سوال پیدا ہو کہ شاہ شہید رحمہ اللہ نے ہندوؤں کی رسول کا ذکر کیوں کیا؟ جواب یہ ہے کہ یہ سیمیں ہندوؤں کی پیروی میں جا بجا مسلمانوں نے بھی اختیار کر لی تھیں۔ جیسا کہ آگے چل کر خود تحریر فرمایا ہے۔

ہے جو غیر اللہ کے لئے نامزد کر دیا جائے خواہ اس پر ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا گیا ہو۔

قرب قیامت کی علامتیں

((اَخْرَجَ مُسْلِمٌ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ, يَعْبُدُ

اللَّا ثُ وَالْغَرَى فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ كُنْتُ لَأَطْلُنْ حِينَ أَنْزَلَ اللَّهُ
هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدَيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الِّدِينِ
كُلِّهِ وَلَوْكَرُهُ الْمُشْرِكُونَ إِنَّ ذَلِكَ تَامًا قَالَ إِنَّهُ سَيَكُونُ مِنْ ذَلِكَ
مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ يَبْعَثُ اللَّهُ رِيْحَاطِبَةً فَتُوْفَى كُلُّ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ
مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ إِيمَانٍ فَيَبْقَى مَنْ لَا خَيْرَ فِيهِ فَيُرِجَّعُونَ
(إِلَى دِيْنِ آبَائِهِمْ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ سے
فرما رہے تھے کہ دن رات ختم نہ ہوں گے جب تک لات و عزیزی کو دوبارہ نہ پوچھا
جائے گا میں نے کہا یا رسول اللہ جب اللہ پاک نے یہ آیت (اسی نے اپنا رسول
ہدایت اور بحق دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے تمام دنیوں پر غالب کر دے اگرچہ
مشرکوں کو برا معلوم ہو) اتاری تھی تو میرا گمان غالب یہی تھا کہ آخر تک دین یوں
ہی رہے گا فرمایا: جب تک اللہ پاک کو منظور ہو گا دین اسی حالت پر رہے گا پھر اللہ
پاک ایک پاکیزہ ہوا بھیج گا وہ ہر اس شخص کو فوت کر دے گی جس کے دل میں رائی
کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو گا پھر برے ہی لوگ رہ جائیں گے اور اپنے باپ
دادا کے دین کی طرف لوٹ جائیں گے۔

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صدیقہ نے سورہ براءت (توبہ) والی اس آیت سے یہ
سمجھا کہ اسلام کا غلبہ قیامت تک رہے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ غلبہ اس وقت تک رہے گا
جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہو گا پھر اللہ پاک ایک پاکیزہ ہوا چلائے گا جس سے سب نیگ

لوگ جن کے دلوں میں تھوڑا سا بھی ایما ہو گا ختم ہو جائیں گے اور بے دین باقی رہ جائیں گے نہ ان کے دلوں میں رسول کی عظمت ہو گی نہ دین کا شوق ہو گا۔ باپ دادا کی رسماں پر لپکیں گے جو جاہل اور مشرک گزرے ہیں پھر جو مشرکوں کی راہ اختیار کرے گا لامحالہ مشرک ہو جائے گا۔ معلوم ہوا کہ آخری زمانے میں پرانا شرک بھی پھیل جائے گا آج مسلمانوں میں پرانا اور نیا ہر قسم کا شرک موجود ہے آپ کی پیش گوئی صادق آرہی ہے مثلاً مسلمان نبی، ولی، امام، شہید وغیرہ کے ساتھ شرکیہ معاملات کر رہے ہیں اسی طرح قدیم شرک بھی پھیل رہا ہے کافروں کے بتوں کو مانتے ہیں اور ان کی رسماں پر چل رہے ہیں مثلاً پنڈت سے تقدیر کا حال پوچھنا۔ بری فال لینا ساعت ماننا، ستیلا اور مسانی کو پوچنا، ہنومان، نونا چماری^۱ اور کلواپیر کو پکارنا، ہولی، دیوالی، نوروز اور مہر جان^۲ کے تہواروں کو مانا، قمر در عقرب^۳ اور تخت الشعاع کو مانا۔ یہ ساری رسماں ہندوؤں اور مشرکوں کی ہیں جو مسلمانوں میں پھیلی ہوئی ہیں معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں شرک کا دروازہ اس طرح کھلے گا کہ وہ قرآن و حدیث کو چھوڑ کر باپ دادا کی رسماں کے تابع ہو جائیں گے۔

۱۔ ”لونا“ یا ”نونا چماری“ بگال کی مشہور جادو گرنی تھی۔ ۲۔ نوروز اور مہر جان پارسیوں کی عیدیں ہیں۔ ۳۔ چاند کا برج عقرب میں داخل ہونا نجوس سمجھا جاتا تھا۔

تھان پوچا بدترین لوگوں کا کام ہے

((أَخْرَجَ مُسْلِمٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ الدَّجَالُ فَيَبْعَثُ اللَّهُ عَيْنَى بْنِ مَرْيَمَ

فَيَطْلُبُهُ فِيهِ لَكُهُ ثُمَّ يُرْسِلُ اللَّهُ رِيْحًا بَارِدَةً مِنْ قَبْلِ الشَّامِ فَلَا يَبْقَى
عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ أَحَدٌ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ إِيمَانٍ إِلَّا قَبَضَتْهُ
فَيَبْقَى شَرَارُ النَّاسِ فِي خَفَّةِ الطَّيْرِ وَأَحَلَامِ السَّبَاعِ لَا يَعْرِفُونَ
مَغْرُوفًا وَلَا يُنْكِرُونَ مَنْكَرًا فَيَتَمَثَّلُ لَهُمُ الشَّيْطَانُ فَيَقُولُ إِلَّا
تَسْتَحْيِنُونَ فَيَقُولُونَ فَمَاذَا تَأْمُرُنَا فَيَأْمُرُهُمْ بِعِبَادَةِ الْأَوْثَانِ وَهُمْ
فِي ذَلِكَ دَارُ رِزْقِهِمْ حَسَنٌ عَيْشُهُمْ).)

حضرت ابن عمر رضي الله عنهما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ جب
دجال ظہور ہوگا اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمائے گا آپ ﷺ اس
کو تلاش کر کے مار ڈالیں گے پھر اللہ پاک شام کی جانب سے ٹھنڈی ہوا بھیجے گا
روئے زمین پر جس کے دل میں رائی بھر بھی ایمان ہوگا اس کو وہ فوت کر دے گی پھر
برے لوگ پرندوں کی طرح بے عقل اور درندوں کی طرح چاڑھانے والے اور

.....

لے شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ”فی حق الطیر واحلام السباع“ کا ترجمہ کیا ہے: ”سکی میں پرندے اور گرانی
میں درندے“، اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ لوگ فسق و فساد پھیلانے اور نفسانی خواہشوں کو پورا کرنے میں
پرندوں کی طرح تیز رفقار اور سبک ہوں گے۔ اور ظلم و خون ریزی میں درندوں کی طرح گراں اور متنکن۔

جائیں گے نہ اچھی بات کو اچھا سمجھیں گے اور نہ بُری بات کو بُرا پھر انسان روپ
میں ان کے پاس شیطان آ کر کہے گا تمہیں شرم نہیں آتی؟ یہ پوچھیں گے کہ آپ کا
کیا ارشاد ہے وہ انہیں بت پرستی کا حکم دے گا کہ تھانوں کو پوجو وہ انہیں کاموں
میں گکن ہوں گے اور انہیں رزق فراوانی سے مل رہا ہوگا اور زندگی آرام سے گزرے ہی

ہوگی۔ (مسلم)

یعنی آخری زمانے میں ایمان دار ختم ہو جائیں گے بے ایمان اور بے وقوف رہ جائیں گے جو دوسروں کامال ہڑپ کر جائیں اور ذرا نہ شر مائیں اور ان سے بھلائی برائی کی تمیز جاتی رہے گی۔ پھر شیطان بزرگ کی شکل میں آ کر انہیں سمجھائے گا کہ دیکھو بے دینی بڑی بڑی بات ہے دیندار بنو آخراں کے کہنے سننے سے دین کا شوق پیدا ہو گا مگر قرآن و حدیث پر نہیں چلیں گے بلکہ اپنی عقل سے دینی باتیں تراشیں گے اور شرک میں گرفتار ہو جائیں گے مگر اس حالت میں ان کی روزی میں اور فراغی ہوگی اور زندگی بڑے چین اور آرام سے گزر رہی ہوگی۔ وہ سمجھیں گے کہ ہماری راہ درست ہے اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہے جب ہی تو ہماری حالت سنورگئی آخر کار اور شرک میں ڈوبیں گے کہ جوں جوں رسولوں کو مانتے ہیں ہماری مرادیں پوری ہوتی ہیں اس لئے مسلمان کو اللہ سے ڈرنا چاہئے کہ وہ کبھی ڈھیل دے کر پکڑتا ہے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ انسان شرک میں بیٹلا ہوتا ہے اور غیر اللہ سے مرادیں مانگتا ہے لیکن اللہ پاک اس پر جھٹ تمام کرنے کے لئے اس کی مرادیں برلاتا ہے لیکن وہ یہ خیال کر بیٹھتا ہے کہ میں چیزیں پر ہوں غیر اللہ کا مانا صحیح ہے ورنہ مرادیں پوری نہ ہوتیں لہذا مرادوں کے ملنے پر بھروسہ مت کرو اور اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کا سچا دین یعنی توحید نہ چھوڑو۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسان کتنا ہی ڈھیٹ بن جائے۔ کتنے ہی گناہوں میں ڈوب جائے۔ سرتاپا بے حیا بن جائے پر ایامال ڈکار جانے میں عار نہ سمجھے، اور برائی اور بھلائی میں تمیز نہ کرے مگر پھر بھی شرک کرنے سے اور غیر اللہ کو ماننے سے بہتر ہے کیونکہ شیطان وہ باتیں چھڑا کر یہ باتیں سکھاتا ہے۔

بتوں کا طواف

((أَخْرَجَ الشَّيْخَانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَضْطَرِبَ إِلَيَّا ثُنَسَاءُ
دَوْسٍ حَوْلَ ذِي الْخَلْصَةِ)).

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ
قیامت نہیں آئے گی جب تک ذوالخلصہ (بت) کے ارد گرد دوسری کی عورتوں کے
سرین نہ ہلیں گے (جب تک وہ اس کا طواف نہ کریں گی)۔ (بخاری۔ مسلم)

عرب میں ایک قوم بھی جس کو دوس کہا جاتا تھا جاہلیت میں ان کا ایک بنت تھا جس کو
ذوالخلصہ کہا جاتا تھا عہد رسالت میں اس کو توڑ دیا گیا تھا آپ ﷺ نے پیشیں گوئی کی کہ
قیامت کے قریب لوگ پھر اس بنت کو مان نہ لگیں گے اور دوسری کی عورتیں اس کا طواف کریں

۱۔ اس عبارت سے مقصود یہ ہے کہ شرک کی انتہائی برائی واضح ہو جائے۔ یہ مقصود نہیں کہ شرک سے
احتراء کرنے کے ساتھ گناہ کرنے میں مضاف نہیں۔

گی۔ آپ ﷺ کون کے سرین ہلتے ہوئے نظر آئے معلوم ہوا کہ بیت اللہ کے علاوہ کسی اور
گھر کا طواف کرنا شرک اور کافر انہ رسم ہے۔

ساتواں باب

رسم و رواج میں شرک کی حرمت

اس باب میں ان آیات و احادیث کا بیان ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح

انسان دنیوی کاموں میں طرح طرح سے اللہ کی تعظیم بجالاتا ہے ایسا معاملہ غیر اللہ سے نہ کیا جائے۔

شیطان کی وسوسہ اندازی

﴿إِنَّ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا إِنْثَا وَإِنْ يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَلَنَا مَرِيدًا☆
لَعْنَهُ اللَّهُ وَقَالَ لَا تَتَخَذْنَ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيبًا مَفْرُوضًا☆ وَ لَا ضِلَالَنَّهُمْ
وَ لَا مَنِّيَّنَهُمْ وَ لَا مُرَنَّهُمْ فَلَيَبْتَكِنَ اذَانَ الْأَنْعَامِ وَ لَا مُرَنَّهُمْ فَلَيَغِيَّرُنَّ
خَلْقَ اللَّهِ وَ مَنْ يَتَّخِذُ الشَّيْطَنَ وَلِيَّا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَقَدْ خَسِرَ
خُسْرَانًا مُبِينًا☆ يَعِدُهُمْ وَ يُمَنِّيَّهُمْ وَ مَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَنُ إِلَّا غُرُورًا☆
الِّئَكَ مَا وَهُمْ بِهِنَّ وَ لَا يَجِدُونَ عَنْهَا مَحِيصًا﴾

یہ مشرک اللہ کو چھوڑ کر عورتوں کو پکارتے ہیں بلکہ سرکش شیطان ہی کو پکارتے ہیں جس پر اللہ نے پھٹکارڈال دی ہے اس نے کہہ رکھا ہے کہ میں تیرے بندوں سے ایک مقرر حصہ الگ رکھوں گا میں انہیں گمراہ کئے بغیر نہ رہوں گا، میں انہیں ضرور آرزو مند رکھوں گا اور انہیں ضرور حکم دوں گا تو وہ جانوروں کے کان کاٹ ڈالیں گے اور انہیں حکم دوں گا تو اللہ کی بنائی شکل کو بدل ڈالیں گے جو اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنائے وہ زبردست گھاٹے میں پڑ گیا۔ شیطان ان سے وعدہ کرتا ہے اور امیدیں بندھاتا ہے۔ شیطان ان سے وعدہ کر کے محض دھوکہ کر رہا ہے انہی لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے جہاں سے وہ رہائی نہ پاسکیں گے۔ (النساء: ۱۱۸-۱۱۹-۱۲۰)

(۱۱۸-۱۱۹-۱۲۰)

یعنی جو غیر اللہ کو پکارتے ہیں وہ اپنے خیال میں عورتوں کے چباری ہیں، کوئی تو حضرت
بی بی کو، کوئی بی بی آسیہ کو، کوئی بی بی اُتا ولی کو، کوئی لال پری کو، کوئی سیاہ پری کو، کوئی ستیلا کو،
کوئی مسانی کو اور کوئی کالی کو پوجتا ہے۔ یہ محض خیالات ہیں ورنہ ان کی حقیقت کچھ بھی
نہیں۔ نہ کوئی عورت نہ کوئی مرد۔ محض خیال خام اور شیطانی وسوسہ ہے۔ جس کو معبد بنالیا
ہے اور یہ جو بولتا ہے اور کبھی کوئی تماشہ بھی دکھادیتا ہے شیطان ہے

ان مشرکوں کی تمام عبادتیں شیطان کے لئے ہو رہی ہیں یہ اپنے خیال میں نذر و نیاز
عورتوں کو دیتے ہیں مگر درحقیقت شیطان لے لیتا ہے۔ انہیں ان باتوں سے نہ دینی فائدہ
ہے اور نہ دنیوی کیونکہ شیطان راندہ درگاہ ہے اس سے دینی فائدہ تو ہونے سے رہا کیونکہ یہ
انسان کا دشمن بھلا کیسے اس کا بھلا چاہے گا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کے سامنے کہہ چکا ہے کہ میں
تیرے بہت سے بندوں کو اپنابندہ بنالوں گا۔ ان کی عقلیں ایسی ماروں گا کہ اپنے خیالات
ہی کو ماننے لگیں گے۔ میرے نام کے جانور مقرر کریں گے جن پر میری نیاز کا نشان ہو گا مثلاً
اس کا کان چیرڑالیں گے یا کاٹ ڈالیں گے یا اس کے گلے میں کمر بندڑاں دیں گے ماتھے
پر مہندی لگا دیں گے۔ منہ پر سہرا باندھ دیں گے۔ منہ کے اندر پیسہ رکھ دیں گے۔ بہر حال وہ
علامت جو یہ بتائے کہ یہ جانور فلاں کی نیاز کا ہے اسی میں داخل ہے۔ شیطان یہ بھی کہہ آیا
ہے کہ میرے اثر سے لوگ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی شکل کو بگاڑ ڈالیں گے۔ کوئی کسی کے نام کی
چوٹی رکھ لے گا۔ کوئی کسی کے نام پر ناک یا کان چھد والے گا، کوئی داڑھی منڈوائے گا، کوئی
چارا برو صاف کر کے فقیری کا اظہار کرے گا یہ سب شیطانی باتیں ہیں اور اسلام کے خلاف
ہیں پھر جس نے اللہ جیسے کریم کو چھوڑ کر شیطان جیسے دشمن کی راہ اختیار کی اس نے صریح

دھوکہ کھایا۔ کیونکہ اول تو شیطان دشمن ہے دوسرے اس میں بجز و سو سے ڈالنے کے اور کوئی قدرت بھی نہیں۔ جھوٹے سچ وعدوں سے انسان کو قتی طور پر بہلا دیتا ہے کہ فلاں کو مانو گے تو یہ ہو گا اور فلاں کو مانو گے تو یہ ہو گا اور لمبی آزوئیں دلاتا ہے کہ اگر اتنے پیسے ہوں تو ایسا باغ تیار ہو جائے گا خوبصورت محل بن جائے گا جو کہ نہ یہ امیدیں پوری ہوتی نہیں اس لئے انسان گھبرا کر اللہ تعالیٰ کو بھول کر غیروں کی طرف دوڑنے لگتا ہے اور ہوتا ہی ہے جو مقدر میں ہے۔ کسی کے ماننے یا نہ ماننے سے کچھ نہیں ہوتا۔ یہ تو محض ایک شیطانی وسوسہ اور اس کا مکروہ فریب ہے ان باتوں کا انجام یہ ہوتا ہے کہ انسان شرک میں گرفتار ہو کر جہنمی بن جاتا ہے اور شیطانی جاں میں اس بڑی طرح سے پھنس جاتا ہے کہ لاکھ ہاتھ پاؤں مارے مگر رہائی نصیب نہیں ہوتی۔

اولاد کے سلسلے میں شرک کی رسیمیں

﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زِوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا فَلَمَّا تَغَشَّهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيفًا فَمَرَّتْ بِهِ فَلَمَّا أَثْقَلَتْ ذَعَوَا اللَّهَ رَبَّهُمَا إِنَّ اتَّيْتَنَا صَالِحًا لَنَكُونَنَّ مِنَ الشُّكَرِينَ ☆ فَلَمَّا اتَّهَمَا صَالِحًا جَعَلَاهُ شُرَكَاءَ فِيمَا اتَّهَمَا فَتَعْلَى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾

اس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی پیدا کی تاکہ اس سے چیزیں پائے پھر جب اس نے اس سے ہم بستری کر لی تو اس کو حمل رہ گیا وہ اسے لے کر چلتی پھرتی رہی پھر جب بھاری ہو گئی تو دونوں نے اپنے پرودگار کا پکارا کہ اگر تو ہمیں نیک اولاد دے گا تو ہم تیرے شکر گزار ہونگے پھر جب اس نے ان کو

نیک پچہ دیا تو اس پچے میں اللہ کے شرک بنانے لگے۔ ان کے شرک سے اللہ بلند و برتر ہے۔ (الاعراف: ۱۸۹-۱۹۰)

یعنی شروع میں بھی اللہ ہی نے انسان کو بنایا۔ اسے یہوی دی اور دونوں میں محبت پیدا کی۔ پھر جب اولاد کی امید ہوئی تو دونوں اللہ سے دعائیں مانگنے لگے کہ اگر صحیح سالم اور تدرست پچہ پیدا ہو جائے تو ہم اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا بہت ہی احسان مانیں گے پھر جب حسب خواہش پچہ پیدا ہو گیا تو غیر اللہ کو ماننے لگے۔ اور ان کی نذر و نیاز کرنے لگے۔ کوئی بچہ کو کسی قبر پر لے گیا۔ کوئی تھان پر۔ کسی نے کسی کے نام کی چوٹی رکھ لی۔ کسی نے بدھی پہنادی اور کسی نے بیڑی ڈال دی۔ کسی نے کسی کا فقیر بنادیا اور نام بھی رکھ کر تو شرکیہ جیسے نبی بخش، علی بخش، پیر بخش، ستیلا بخش، گنگا بخش، جمنا داس وغیرہ۔ اللہ تو ان بے نیازوں سے بے پرواہ ہے مگر ان نادانوں کا ایمان جاتا رہتا ہے۔

.....

۱۔ منت کا ڈورا یا زنجیر۔ جب منت کا وقت پورا ہو جاتا ہے۔ تو نذر و نیاز کے بعد بیڑی اتارتے ہیں۔ اصطلاح میں اسے ”بیڑی بڑھانا“ کہتے ہیں۔

کھیتی باڑی میں شرک کی رسماں

﴿وَجَعَلُوا لِلَّهِ مِمَّا ذَرَّا مِنَ الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ نَصِيبًا فَقَالُوا هَذَا لِلَّهِ بِرَّ عِمِّهِمْ وَهَذَا لِشُرَكَائِنَا فَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلَا يَصِلُّ إِلَى اللَّهِ وَمَا كَانَ لِلَّهِ فَهُوَ يَصِلُّ إِلَى شُرَكَائِهِمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ﴾

اور مشرک ان چیزوں میں سے جو اللہ نے پیدا کی ہیں یعنی کھیتی اور جانوروں میں ایک حصہ مقرر کر چکے ہیں اور اپنے خیال میں کہتے ہیں کہ یہ تو اللہ کا ہے اور یہ ہمارے شریکوں کا۔ پھر جوان کے شریکوں کا ہے وہ اللہ کو نہیں پہنچتا اور جو اللہ کا ہے وہ ان کے شر کا کوئی جاتا ہے یہ جو فیصلہ کر رہے ہیں بُرا ہے۔ (الانعام: ۱۳۷)

یعنی تمام غلے اور جانور اللہ ہی نے پیدا کئے ہیں پھر مشرک جس طرح ان میں سے اللہ تعالیٰ کی نیاز نکالتے ہیں اسی طرح غیر اللہ کی بھی نیاز نکالتے ہیں جبکہ غیر اللہ کی نیاز میں جو ادب و احترام بجالاتے ہیں وہ اللہ کی نیاز میں نہیں بجالاتے۔

چوپا یوں میں شرک کی رسماں

﴿وَقَالُوا هُنَّا هُنَّهُ أَنْعَامٌ وَخَرْثٌ جِبْرٌ لَا يَطْعَمُهُمْ إِلَّا مَنْ نَشَاءُ بِرَبْعِهِمْ وَأَنْعَامٌ حُرْمَثٌ ظُهُورُهَا وَأَنْعَامٌ لَا يَذْكُرُونَ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا افْتَرَآءٌ عَلَيْهِ سَيِّجِزِيهِمْ بِمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ﴾

کہتے ہیں کہ یہ جانور اور کھیتی اچھوتی ہے اسے کوئی نہ کھائے علاوہ اس کے جس سہم چاہیں (محض اپنے خیال سے) بعض جانوروں کی سواری منع ہے اور بعض جانوروں پر اللہ کا نام نہیں لیتے۔ یہ سب اللہ پر بہتان ہے وہ ان کے بہتان کی جلدی سزا دے گا۔ (الانعام: ۱۳۹)

یعنی لوگ محض اپنے خیال سے کہہ دیتے ہیں کہ فلاں چیز اچھوتی ہے اس کو فلاں شخص کھا سکتا ہے بعض جانوروں کو لادتے نہیں اور سواری بھی نہیں کرنے دیتے کہ یہ فلاں کی نیاز کا جانور ہے اس کا ادب کرنا چاہئے اور بعض جانوروں کو غیر اللہ کے نام پر نامزد کر دیتے ہیں

کہ ان کاموں سے اللہ خوش ہوگا اور مرادیں برلائے گا مگر ان کے یہ خیالات و افعال جھوٹے ہیں جن کی وہ ضرور سزا پائیں گے۔

﴿مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ بَحِيرَةَ وَلَا سَآتِبَةَ وَلَا وَصِيلَةَ وَلَا حَمَّ وَلَكَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يَقْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَأَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ﴾

اللہ نے نہ بھیرہ کو نہ سائبہ کو، نہ وصیلہ کو اور نہ حامی کو جائز قرار دیا لیکن کافر جھوٹی باتیں اللہ کے ذمہ لگاتے ہیں۔ اور اکثر ناس بھجھ ہیں۔ (المائدہ: ۱۰۳)

جو جانور کسی کے نام کا نامزد کر دیا جاتا تو اس کا کان چیز دیا جاتا اس کو بھیرہ کہتے تھے سانڈھ کو سائبہ کہا جاتا تھا۔ جس جانور کے بارے میں یہ منت مانی جائے کہ اس کا پچھر پیدا ہوا تو اس کو نیاز میں دے دیا جائے گا پھر اس کے نز اور مادہ دونوں بچے پیدا ہوتے تو نز کو بھی نیاز میں نہ دیتے ان دونوں بچوں کو وصیلہ کہا جاتا تھا اور جس جانور سے دس بچے پیدا ہو جاتے تھے اس پر سوار ہونا اور لادنا چھوڑ دیتے تھے اس کو حامی کہا جاتا تھا۔ فرمایا یہ باتیں شرعی نہیں ہیں رسی ہیں۔ معلوم ہوا کہ کسی جانور کو کسی کے نام کا ٹھہر ادینا اور اس پر علامت لگا دینا اور یہ مقرر کرنا کہ فلاں کی نیاز گائے، فلاں کی نیاز بکری اور فلاں کی مرغی ہی ہوتی ہے یہ سب جاہلانہ رسمیں ہیں اور شرعیت مطہرہ کے خلاف ہیں۔

حلال و حرام میں اللہ پر افتراء

﴿وَلَا تَقُولُوا إِلَمَا تَصِيفُ الْسِنَنُكُمُ الْكَذِبَ هَذَا حَلَّ وَهَذَا حَرَامٌ لِتَفْتَرُوا عَلَى اللِّلْ الْكَذِبَ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ﴾

جھوٹ نہ کہ جس کو تمہاری زبانیں بیان کرتی ہیں کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے تاکہ اللہ تعالیٰ پر رجھوٹ باندھو۔ یقین مانو جو لوگ اللہ پر رجھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاں کو نہیں پہنچتے۔ (انخل: ۱۱۶)

یعنی اپنی طرف سے حلال و حرام مقرر نہ کرو یہ اللہ تعالیٰ ہی کی شان ہے اور اس طرح کہنے سے اللہ پر رجھوٹ باندھنا ہے۔ یہ خیال کرنا کہ اگر فلاں کام اس طرح کیا جائے گا تو ٹھیک ہو جائے گا ورنہ اس میں گڑ بڑ ہو جائے گی غلط ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ پر رجھوٹ باندھ کر انسان کا میابی حاصل نہیں کر سکتا معلوم ہوا کہ یہ عقیدہ کہ محرم میں پان نہ کھایا جائے، لال کپڑے نہ پہنے جائیں، حضرت بی بی کی صحنک مرد نہ کھائیں۔ ان کی نیاز میں فلاں فلاں ترکاریوں کا ہونا ضروری ہے۔ مسی بھی ہو، حنا بھی ہو۔ اس کو لوٹڈی، پہلے خاوند کی وفات یا طلاق کے بعد دوسرا نکاح کر لینے والی عورت، نجّ قوم اور بدکار نہ کھائے۔ شاہ عبدالحق صاحب کا تھنہ حلوہ ہی ہے اس کو احتیاط سے بناؤ اور حلقہ پینے والے کونہ کھلاو۔ شاہ مدار کی نیاز مالیدہ ہی ہے۔ بولی قلندر کی نیاز سویاں اور اصحاب کھف کی گوشت روٹی ہے۔ شادی کے موقعہ پر فلاں فلاں موت غنی کے موقعہ پر فلاں فلاں رسموں کا انجام دینا ضروری ہے۔ شوہر کی موت کے بعد نہ شادی کرو، نہ شادی میں بیٹھو نہ اچارڈا لو۔ فلاں آدمی نیلا کپڑا اور فلاں سرخ کپڑا نہ پہنے، یہ سب با تین شرک ہیں۔ مشرک اللہ کی شان میں اپنا دخل دیتے ہیں اور اپنی الگ شریعت گھٹ رہے ہیں۔

ستاروں میں تاثیر مانا شرک ہے

((أَخْرَجَ الشَّيْخَانِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُهْنِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ صَلَّى بِنًا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَيْبِيَّةِ عَلَى أَشْرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ الْلَّيْلِ فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ هُلْ تَذَرُّونَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ قَالَ أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ فَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطْرَنَا بِفَضْلِ اللَّهِ وَرَحْمَتِهِ فَذُلِّكَ مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ بِالْكَوَافِرِ وَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطْرَنَا بِنُؤُكَذَا وَكَذَا فَذُلِّكَ كَافِرٌ بِي وَمُؤْمِنٌ بِالْكَوَافِرِ))

زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حدیبیہ میں رات کی بارش کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ہم کو صحیح کی نماز پڑھائی نماز سے فارغ ہو کر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: جانتے ہو تمہارے رب نے کیا کہا؟ صحابہ رضوان اللہ علیہم نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے فرمایا کہ اس نے کہا: میرے بندوں نے صحیح کی کچھ تو مومن تھے اور کچھ کافر تھے جس نے کہا اللہ کے فضل سے اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی وہ مجھ پر ایمان لایا اور تاروں کے ساتھ کفر کیا اور جس نے کہا کہ فلاں فلاں تارے لے سے بارش ہوئی اس نے میرے ساتھ کفر کیا اور تاروں پر ایمان لایا۔ (بخاری۔ مسلم)

یعنی جو شخص کائنات میں مغلوق کی تاثیر سمجھتا ہے اسے حق تعالیٰ اپنے مکنروں میں شمار فرماتا ہے کہ وہ ستارہ پرست ہے اور جو یہ کہتا ہے کہ سارا کار خانہ اللہ کے حکم سے چل رہا ہے وہ اس کا مقبول بندہ ہے ستارہ پرست نہیں۔ معلوم ہوا کہ نیک و بد ساعتوں کے ماننے، اچھی بڑی

تاریخوں کے یادوں کے پوچھنے اور نجومی کی بات پر یقین کرنے سے شرک کا درکھلتا ہے کیونکہ ان سب کا تعلق نجوم سے ہے اور نجوم کا ماننا ستارہ پرستوں کا کام ہے۔

نجومی ساحرا اور کاہن کا فریب

((وَأَخْرَجَ رَزِّيْنُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ اقْتَبَسَ بَاباً مِنْ عِلْمِ النُّجُومِ لِغَيْرِ مَا ذَكَرَ اللَّهُ
فَقَدِ اقْتَبَسَ شُعْبَةً مِنْ السِّحْرِ الْمُنْجَمُ كَاهِنٌ وَالْكَاهِنُ سَاحِرٌ
وَالسَّاحِرُ كَافِرٌ))

اے ”بنوء“ کا ترجمہ اردو میں ”پختر“ کیا جاتا ہے۔ یعنی طالع، نصیبہ، برج، منزل۔ بنوہ کذاسے مراد بتا شیر منازل قمر۔ اصطلاح میں پختر سے مراد ستارے یا منازل قمر ہیں جو رات دن گردش میں رہتی ہیں اور ہر ساعت کے لئے ان کے آثار و خواص جدا گانہ مقرر ہیں۔ انہیں کو دیکھ کر سعد خس کا حکم لگایا جاتا ہے۔ جو کہ سراسر غلط ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے علم نجوم کا کوئی مسئلہ سیکھا بغیر ایسی صورت کے جو اللہ نے بیان کی ہے، تو اس نے جادو کا ایک حصہ سیکھا۔ نجومی کاہن ہے اور کاہن جادوگر ہے۔ اور جادوگر کافر ہے۔ (رزین) اے

یعنی قرآن پاک میں تاروں کا بیان ہے کہ ان سے اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت معلوم ہوتی

ہے، ان سے آسمان کی خوبصورتی ہے اور ان سے شیطان کو مار کر بھگایا جاتا ہے ۲ یہ بیان نہیں ہے کہ انہیں کارخانہ قدرت میں دخل ہے۔ دنیا کی بھلائی برائی انہیں کے اثرات ہیں۔ اب اگر کوئی تاروں کے پہلے فوائد چھوڑ کر یہ کہے کہ انہیں کی تاثیرات عالم میں کارفرما ہیں اور غیب کا دعویٰ کرے۔ جس طرح جاہلیت میں جنوں سے پوچھ پوچھ کر کا ہن غیب کی باتیں بیان کیا کرتے تھے اسی طرح نجومی تاروں سے معلوم کر کے بتاتے ہیں گویا کا ہن، نجومی، رمال، جفار سب کی ایک ہی راہ ہے۔ کا ہن جادوگروں کی طرح جنوں سے دوستی گانختا ہے اور جنوں سے دوستی ان کو مانے بغیر پیدا نہیں ہوتی جب ان کو پکارا جائے اور بھوگ دیا جائے تو دوستی پیدا ہوتی ہے لہذا یہ کفر و شرک کی باتیں ہیں۔ اللہ پاک مسلمانوں کو شرک سے محفوظ رکھے۔ آمین

۱ رزین بن معاویہ رحمہ اللہ ائمہ محدثین میں سے ہیں۔ اپنی کتاب میں صحاح سنت کے علاوہ بھی احادیث لائے ہیں۔ چھٹی صدی ہجری میں وفات پائی۔ کتاب کا نام ”الجزیدی فی اجمعیین الصحاح“

۲ قرآن مجید میں ستاروں کے تین فائدے بیان ہوئے ہیں۔ آسمان کی خوبصورتی، شیطانوں کو مار بھگانا اور بحروں میں مسافروں کی رہنمائی۔

نجوم اور مل پر اعتقاد کا گناہ

((أَخْرَجَ مُسْلِمٌ عَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَتَى عَرَافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةُ
أَرْبَعِينَ لَيْلَةً))

ام المؤمنین حضرت حصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جو خبریں بتانے والے کے پاس آیا اور اس سے کچھ پوچھا تو اس کی چالیس دن تک نماز قبول نہیں ہوگی۔ (مسلم)

یعنی جو شخص غیب کی باتیں بتانے کا دعویدار ہے اگر اس سے کسی نے جا کر کچھ پوچھ لیا تو اس کی چالیس دن تک عبادت قبول نہیں رہی کیونکہ اس نے شرک کیا اور شرک عبادتوں کا نور مٹا دیتا ہے۔ نجومی، رمانی، جھار فال کھولنے والے، نامہ نکالنے والے اور کشف والے سب عرّاف میں داخل ہیں۔

شگون اور فال کفر کی رسمیں ہیں

((أَخْرَجَ أَبُو دَاوُدَ عَنْ قَطْنِيْ بْنِ قَبِيْصَةَ عَنْ أَبِيهِ أَبِي النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ

العیافہ پرندیا ہرن کو چھوڑتے، اگر وہ دائمی طرف جائے تو مبارک خیال کرتے اگر بائیں طرف جائے تو منہوس سمجھتے اور کام سے رک جاتے۔ تطیر کا بھی یہی مطلب ہے۔ طرق۔ کنکری مارتے یا ریت پر خط کھینچتے تھے۔ اور اس سے نیک و بد شگون لیتے تھے۔

قَالَ الْعِيَافَةُ وَالْطَّرْقُ الْطِيَّرَةُ مِنَ الْجِبْتِ

حضرت قبیصہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کہ شگون لینے کے لئے جانور اڑانا، فال نکالنے کے لئے کچھ دن اور بد شگونی اے کفر میں سے ہے۔

((أَخْرَجَ أَبُو دَاوُدَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ أَبْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى

عَنْهُمَا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الطِّيَّرَةُ شِرْكُ الطِّيَّرَةُ شِرْكُ

الطِّيَّرَةُ شِرْكُ))

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: شگون

لینا شرک ہے، شگون لینا شرک ہے، شگون لینا شرک ہے۔ (ابوداود)

عرب میں شگون لینے کا بہت رواج تھا اور ان کا شگون پر بڑا عقیدہ تھا اس لئے آپ ﷺ

نے کئی بار فرمایا کہ یہ شرک ہے تاکہ لوگ بازا جائیں۔

آخَرَجَ أَبُو دَوْدَ عَنْ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا هَامَةَ وَلَا عَدُوَّيْ وَلَا طَيْرَةَ وَإِنْ تَكُنْ فِي شَيْءٍ فَفِي

الْدَّارِ وَالْفَرْسِ وَالْمَرَأَةِ))

حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: نہ

الو ہے نہ کسی کو مرض لگتا ہے اور نہ کسی چیز میں خوست ہے اور اگر خوست ہوتی تو

عورت گھر اور گھر میں ہوتی۔ (ابوداود)

عرب کا عقیدہ تھا کہ جس مقتول کا بدله نہ لیا جائے اس کی کھوپڑی سے اونکل کر فریاد کرتا

پھرتا ہے اس کو ہامہ کہا جاتا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ بات بالکل بے بنیاد ہے۔ معلوم

ہوا کہ ناسخ بھی قطعی بے بنیاد ہے۔ عرب میں بعض بیاریوں کے جیسے کھلی، کوڑھ وغیرہ کے

متعلق یہ خیال تھا کہ ایک دوسرے کو لوگ جاتے ہیں۔ فرمایا یہ بات بھی غلط ہے۔ معلوم ہوا

کہ لوگوں میں جو یہ بات عام طور پر مردوج ہے کہ چیچک والے سے پرہیز کرتے ہیں اور

بچوں کو اس کے پاس نہیں جانے دیتے یہ کفر کی رسم ہے اس کو نہ ماننا چاہئے۔ (یعنی یہ عقیدہ

نہیں رکھنا چاہئے کہ فلاں شخص کی بیماری ہمیں خود بخود، بغیر اللہ کے حکم کے لگ جائے گی کیونکہ بیماریاں اللہ تعالیٰ کے حکم سے لگتی ہیں، ہاں طبی نقطہ نگاہ سے احتیاط کرنے میں کوئی حرج نہیں)۔

لوگوں میں یہ بات بھی مشہور ہے کہ فلاں کام فلاں کو نامبارک ہے، راس نہیں آیا، یہ بھی غلط ہے فرمایا کہ اگر اس بات کا کچھ اثر ہے تو تمین ہی چیزوں میں ہے گھر، گھوڑا اور عورت۔ یہ چیزوں کی بھی نامبارک ثابت ہوتی ہیں مگر ان کی نامبارکی معلوم کرنے کی کوئی راہ نہیں بتائی گئی یہ جو لوگوں میں مشہور ہے کہ شیر دہاں گھر کے ستارہ پیشانی گھوڑا اور کل جبھی عورت خس ہوتی ہے۔ بے سند بات ہے مسلمانوں کو ان باتوں کی پرواہ نہیں کرنی چاہئے۔ اگر نیامکان یا گھوڑا خریدا جائے یا عورت سے شادی کی جائے تو اللہ ہی سے اس کی بھلائی مانگیں اور اسی سے اس کی برائی سے پناہ مانگیں باقی اور چیزوں میں یہ خیال نہ کریں کہ فلاں کام راس آیا

.....

لے دوسری جگہ اس کی وضاحت یوں فرمائی۔ گھروہ برا یا منخوس ہے جس کے ہمسائے برے ہوں۔ عورت منخوس یا بیری ہے جو درشت مزاج اور بد اخلاق ہو۔ گھوڑا وہ رکھنے کے قابل نہیں جو شوری اور راڑیں ہو۔

لے جو مکان آگ سے کھلا اور عقب سے چھوٹا ہو، اسے شیر دہاں کہتے ہیں۔ ہندی سے منخوس خیال کرتے تھے اور فلاں نہیں آیا۔

((وَأَخْرَجَ الْبُخَارِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا عَدُوَيْ وَ لَا هَامَةَ وَ لَا صَفَرَ))

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہ چھوٹ

چھات ہے نہ الٰو ہے اور نہ صفر ہے۔ (بخاری)

عرب والے جو عالکب کے مریض کے متعلق یہ خیال کیا کرتے تھے کہ اس کے پیٹ میں کوئی بلا گھسی ہوئی ہے جو غذا چٹ کر جاتی ہے اسی لئے اس غریب کا پیٹ نہیں بھرتا اس بھوت کا نام صفر مشہور تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ مغض و اہم ہے بھوت وغیرہ پکھنہیں۔ معلوم ہوا کہ بیماریاں بلا کے اثرات سے نہیں ہوتیں۔ بعض لوگ بعض بیماریوں کو بلا کا اثر خیال کرتے ہیں جیسے ستیلا، مسالی، براہی اے وغیرہ مگر یہ بات غلط ہے۔ جاہلیت میں ماہ صفر کو خس خیال کرتے تھے اور اس میں کوئی کام نہیں کرتے تھے یہ بھی غلط ہے معلوم ہوا کہ صفر کے تیرہ دنوں کو خس سمجھنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ ان میں بلا کمیں اترتیں ہیں اسی وجہ سے ان کا نام بھی تیرہ تیزی رکھا گیا ہے کہ انکی تیزی سے کام بگڑ جاتے ہیں غلط ہے اسی طرح کسی چیز کو یا تاریخ کو یادن کو یاساعت کو خس سمجھنا سب شرک کی باتیں ہیں۔

((أَخْرَجَ ابْنُ مَاجَهٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ بِيَدِ مَجْدُومٍ فَوَضَّعَهَا مَعَهُ فِي الْقَصْعَةِ فَقَالَ كُلُّ ثِقَةٍ بِاللَّهِ

اے براہی ہندوؤں میں بیماریوں کی ایک دیوی کا نام ہے جس کی پوچا کی جاتی ہے تاکہ بیماریاں دور ہو جائیں۔

وَتَوَكَّلًا عَلَيْهِ))

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے کوڑھی کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے ساتھ پیالہ میں رکھ کر فرمایا: اللہ پر اعتماد اور بھروسہ کر کے کھاؤ۔ (ابن ماجہ)

یعنی ہمارا اعتماد و توکل اللہ پر ہے وہ جسے چاہے بیمار کر دے اور جسے چاہے تندروں کر دے ہم کسی کے ساتھ کھانے سے پرہیز نہیں کرتے اور بیماری کے لگ جانے کو نہیں مانتے۔

اللہ تعالیٰ کو سفارشی نہ بناؤ

((أَخْرَجَ أَبُو دَاوُدَ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ أَتَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْرَابِيًّا فَقَالَ جُهْدَتِ الْأَنْفُسُ وَجَاءَ الْعِيَالُ وَهَلَكَتِ الْأَمْوَالُ فَاسْتَسْقِي اللَّهُ لَنَا فَإِنَا نَسْتَشْفُعُ بِاللَّهِ بِكَ عَلَى اللَّهِ وَنَسْتَشْفُعُ بِاللَّهِ عَلَيْكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبْحَانَ اللَّهِ سُبْحَانَ اللَّهِ فَمَا زَالَ يُسْبِّحُ حَتَّىٰ غُرِقَ ذَلِكَ فِي وُجُوهِ أَصْحَابِهِ ثُمَّ قَالَ وَيْحَكَ إِنَّهُ لَا يُسْتَشْفُعُ بِاللَّهِ عَلَىٰ أَحَدٍ شَانُ اللَّهُ أَعْظَمُ مِنْ ذَلِكَ وَيْحَكَ أَتَدْرِي مَا اللَّهُ إِنَّ عَرْشَهُ عَلَىٰ سَمَاوَاتِهِ هَكَذَا وَقَالَ بِأَصْبَابِهِ مِثْلُ الْقُبَّةِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَيَئْطُلُ بِهِ أَطْنِيَ الرَّجُلُ بِالرَّاكِبِ)).

حضرت جبیر بن مطعم رضي الله عنه سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک دیہاتی نے آکر کہا لوگ مشقت میں پڑ گئے۔ پچھے بھوک سے بلبلہ رہے ہیں جانور ہلاک ہو گئے۔ آپ ﷺ ہمارے لئے اللہ سے بارش کی دعا نکلیں۔ ہم اللہ کے پاس آپ کو شفیع بنانا چاہتے ہیں۔ اور آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کو۔ فرمایا سجحان اللہ سجحان اللہ یعنی اللہ نرالا ہے۔ آپ اتنی دیری کہ اللہ کی پاکی بیان کرتے رہے کہ صحابہ کے چہروں پر اس کا اثر محسوس ہونے لگا۔ پھر فرمایا: نادان اللہ پاک کسی سے

سفرش نہیں کرتا اس کی شان اس سے بلند و برتر ہے نادان جانتا ہے اللہ کیا ہے اس کا عرش اس کے آسمانوں پر اس طرح ہے۔ اور انگلیوں سے گنبد کی طرح بتایا اس کی وجہ سے وہ چرچا رہا ہے۔ جس طرح اونٹ کی کاٹھی سوار کے بوجھ سے چرچاتی ہے۔ (ابوداود)

یعنی ایک دفعہ عرب میں قحط پڑ گیا، بارش بند ہو گئی۔ ایک دیہاتی نے آپ ﷺ کے پاس آ کر لوگوں کی حالت زار بیان کی اور آپ سے دعا کو کہا اور یہ بھی کہا کہ ہم آپ کی سفارش اللہ کے پاس چاہتے ہیں اور اللہ کی سفارش آپ کے پاس چاہتے ہیں۔ یہ بات سن کر آپ ﷺ کے رعب اور خوف سے کاپنے لگے اور آپ ﷺ کی زبان پر اللہ تعالیٰ کی بڑائی کے کلمات آگئے حاضرین مجلس کے چہروں پر اللہ تعالیٰ کی عظمت سے تغیر کے آثار پیدا ہو گئے۔ پھر آپ ﷺ نے اس دیہاتی کو سمجھایا کہ اختیار تو ما لک ہی کا ہے اگر ما لک سفارش کی وجہ سے کام کر دے تو اس کی مہربانی ہے۔ جب یہ کہا گیا کہ ہم اللہ کو پیغمبر کے پاس سفارشی بنا کر لائے تو گویا ما لک و مختار پیغمبر کو بنادیا گیا حالانکہ یہ شان اللہ تعالیٰ کی ہے۔ آئندہ اس قسم کا کلمہ زبان سے نہ کالنا۔ اللہ تعالیٰ کی شان بہت ہی بڑی ہے تمام ہی انبیاء اور اولیاء اس کے سامنے ایک ذرہ سے بھی کمتر ہیں۔ تمام آسمانوں اور زمین کو اس کا عرش ایک گنبد کی طرح گھیرے ہوئے ہے۔ عرش باوجود یہ اتنا بڑا ہے مگر پھر بھی اس شہنشاہ کی عظمت کو نہیں سنبھال سکتا اور چرچا رہا ہے مخلوق کے تصور میں اس کی عظمت نہیں آ سکتی اور اس کی عظمت کو اپنے خیالات سے ادا بھی نہیں کر سکتا۔ اس کے کام میں دخل دینا اور اس کی عظیم سلطنت میں ہاتھ ڈالنا تو درکنار وہ شہنشاہ بلا فوج اور لشکر کے اور بلکہ وزیر و مشیر کے ایک آن

میں کروڑ ہا کام کر دیتا ہے بھلا وہ کسی کے پاس آ کر سفارش کیوں کرے؟ اور کون اس کے سامنے مختار بن سکتا ہے۔ سبحان اللہ تمام انسانوں میں سب سے **فضل انسان محبوب اللہی احمد** محبی رسول اللہ ﷺ کی توبیہ حالت کہ ایک دیہاتی کے منہ سے ایک نامعقول بات نکل گئی تو آپ ﷺ کے دہشت کے مارے ہوش اڑ گئے اور آپ عرش تا فرش اللہ کی جو عظمت بھری ہوئی ہے اس کا بیان کرنے لگا ان لوگوں کو کیا کہا جائے جو اس سے بھائی بندی کا سایادوستی کا سارشست بمحترم ہے ہیں اور بڑھ بڑھ کر با تین بناتے رہتے ہیں کوئی کہتا ہے میں نے رب کو ایک کوڑی میں خریدا کوئی کہتا ہے میں رب سے دو برس بڑا ہوں۔ کوئی کہتا ہے میرا رب میرے میرے کی صورت کے علاوہ اور صورت میں ظاہر ہوتا میں کبھی اسے نہ دیکھوں اور کسی نے یہ شعر کہا ہے۔

دل از مهر محمد ریش دارم رقبت با خدائے خویش دارم
میرا دل محمد ﷺ کی محبت سے زخمی ہے میں اپنے رب سے رقبت رکھتا ہوں۔ اور کسی نے کہا۔

با خدا دیوانہ باش و بحمد ہوشیا

یعنی: رب کے ساتھ دیوانہ محمد ﷺ کے ساتھ ہوشیار رہ۔

کوئی حقیقت محمد یہ کو حقیقت الوہیت سے افضل بناتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ، اللہ تعالیٰ کی پناہ، ان مسلمانوں کو کیا ہو گیا۔ قرآن پاک کے ہوتے ہوئے ان کی عقولوں پر پتھر کیوں پڑ گئے یہ گمراہیاں اللہم احفظنا اللہم احفظنا۔ آمین۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے:

از خدا خواہیم تو فیق ادب بے ادب گشت از فضل رب
 ہم اللہ سے ادب کی توفیق مانگتے ہیں۔ بے ادب رب کے فضل سے محروم رہ جاتا ہے۔
 لوگوں میں ایک ختم مشہور ہے جس میں یہ کلمہ پڑھا جاتا ہے۔ یا شیخ عبدال قادر جیلانی شنبیا
 اللہ۔ یعنی اے شیخ اللہ کے واسطے ہماری مراد پوری کرو۔ یہ شرک ہے اور کھلا شرک ہے اللہ پاک
 مسلمانوں کو اس سے بچائے آمین۔ ایسا لفظ منہ سے نہ کالو جس سے شرک پیشتا ہو یا بے ادبی کا
 پہلو نکلتا ہو۔ حق تعالیٰ کی یہ بہت بڑی شان ہے۔ وہ با کمال و بے زوال شہنشاہ ہے ایک نکتہ
 میں کپڑ لینا اور ایک بات میں بخش دینا اسی کا کام ہے یہ کہنا سر اسر بے ادبی ہ کہ ظاہر بے ادبی
 کا لفظ استعمال کیا ہے اور اس سے کوئی دور کے معنی مراد ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات پہلیوں
 سے بالاتر ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے کسی بزرگ سے ٹھٹھا کرنے لگے تو اسے کتنا بر اسم سمجھا جائے گا
 نبی مسیح کی باتیں تو بے تکلف دوستوں سے ہوتی ہیں، باپ اور بادشاہ سے نہیں۔

اے حدیث رسول کی رو سے دعا سے پہلے اور دعا کے آخر میں درود شریف پڑھنا دعا کے قبول ہونے کا سبب
 ہے۔ کسی کے طفیل کا وسیلہ کپڑنا فضیلت والے تین زمانوں اور آئندہ اربعہ سے صحیح طریقہ سے ثابت نہیں
 لہذا اس سے بھی بچنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پیارے نام

((أَخْرَجَ مُسْلِمٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ
 رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَحَبَّ أَسْمَاءٍ كُمْ عَبْدُ اللَّهِ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ))

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ تمہارے بہت ہی پیارے نام عبد اللہ اور عبد الرحمن ہیں۔ (مسلم)

اللہ کا بندہ یا رحمٰن کا بندہ کتنا پیارا نام ہے انہیں ناموں میں عبد القدوں، عبد الجلیل، عبد الخالق، الہی بخش، اللہ دیا، اللہ داد وغیرہ داخل ہیں جن میں اللہ کی طرف نسبت ظاہر ہوتی ہے۔

اللہ کے نام کے ساتھ کنیت نہ رکھو

((أَخْرَجَ أَبُو دَاؤِدَ وَالنِّسَائِيُّ عَنْ شُرَيْحٍ بْنِ هَانِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ لَمَّا وَفَدَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ مَعَ قَوْمِهِ سَمِعُوهُمْ يُكَنُّونَهُ بِأَبِيهِ الْحَكَمَ فَذَعَاهُ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَكَمُ وَإِلَيْهِ الْحُكْمُ فَلِمَ تُكَنِّي أَبَا الْحَكَمِ))

حضرت ہانی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب میں اپنی قوم کے وفد کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے ان سے سنا کہ مجھے میرے ساتھی ابوالحکم کہم کر آواز دیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے مجھے بلا کر فرمایا کہ حکم اللہ ہی ہے۔ حکم اسی کا ہے۔ تمہاری کنیت ابوالحکم کیوں رکھی گئی ہے۔ (ابوداؤد۔نسائی)

یعنی ہر فیصلہ کا چکادینا اور جھگڑے کا مٹا دینا اللہ ہی کی شان ہے جس کا ظہور آخرت میں ہو گا کہ وہاں اگلے چھپلے سارے جھگڑے طے ہو جائیں گے ایسی کسی مخلوق میں طاقت نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ جو لفظ اللہ ہی کی شان کے لائق ہے اسے کسی غیر کے لئے استعمال نہ کیا جائے۔ مثلاً شہنشاہ اللہ تعالیٰ ہی کو کہا جائے سارے جہاں کا رب ہے جو چاہے کر

ڈالے۔ یہ جملہ اللہ تعالیٰ ہی کی شان میں بولا جاسکتا ہے۔ اسی طرح معبود، بڑا دانا بے پرواہ وغیرہ الفاظ اللہ تعالیٰ ہی کی شان کے لائق ہیں۔

صرف ما شاء اللہ کہو

((أَخْرَجَ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ عَنِ الْحُذَيْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُولُوا مَا شَاءَ اللَّهُ وَشَاءَ مُحَمَّدٌ وَقُولُوا مَا شَاءَ اللَّهُ وَحْدَهُ))

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا یوں نہ کہو جو اللہ اور محمد ﷺ چاہے بلکہ یوں کہو جو اکیلا اللہ چاہے۔ (شرح السنہ)

یعنی شان الوہیت میں کسی مخلوق کا دخل نہیں خواہ کتنا ہی بڑا اور کیسا ہی مقرب کیوں نہ ہو مثلاً یہ نہ کہا جائے کہ اللہ اور رسول چاہے گا تو کام ہو جائے گا کیونکہ دنیا کا سارا کار و بار اللہ ہی کے چاہنے سے ہوتا ہے رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ یا اگر کوئی شخص پوچھتے کہ فلاں کے دل میں کیا ہے۔ یا فلاں کی شادی کب ہو گی یا فلاں درخت پر کتنے پتے ہیں یا آسمان میں کتنے تارے ہیں تو اس کے جواب میں یوں نہ کہے کہ اللہ اور رسول ہی جانیں کیونکہ غیب کی بات کی اللہ ہی کو خبر ہے۔ رسول کو خبر نہیں۔ اگر دنی باتوں میں یوں کہہ دیا جائے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ اللہ نے اپنے رسول کو دین کی ہر بات بتا دی ہے اور لوگوں کو اپنے رسول کی فرمانبرداری کا حکم ہے۔

غیر اللہ کی قسم شرک ہے

((أَخْرَجَ التِّرْمِذِيُّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللَّهِ فَقَدْ أَشْرَكَ))
حضرت ابن عمر رضي الله عنهما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنافرما رہے تھے: جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے شرک کیا۔ (ترمذی)

((أَخْرَجَ مُسْلِمٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَمْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحْلِفُوا بِالظَّوَاغِي وَلَا بِآبَائِكُمْ))
حضرت عبد الرحمن بن سمرة رضي الله عنه سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ بتوں کی قسمیں نہ کھاؤ، اور نہ باپوں کی قسمیں کھاؤ۔ (مسلم)

((أَخْرَجَ الشَّيْخَانِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ يَنْهَاكُمْ أَنْ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلَيَحْلِفْ بِاللَّهِ أَوْ لِيَضْمُنْ))

حضرت ابن عمر رضي الله عنهما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ اللہ پاک تم کو باپ دادا کی قسمیں کھانے سے منع فرماتا ہے جو شخص قسم کھائے تو اللہ کی کھائے ورنہ خاموش رہے۔ (بخاری۔ مسلم)

((أَخْرَجَ الشَّيْخَانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ فَقَالَ فِي حَلْفِهِ بِاللَّاتِ وَالْعَزَى فَلْيُقْتَلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ))

حضرت ابو ہریرہ رضي الله عنه نے نبی ﷺ سے روایت کی آپ ﷺ نے فرمایا: جس

نے (سبقت لسانی کے طور پر) لات و عزی کی قسم کھائی اسے لا الہ الا اللہ کہہ لینا چاہئے۔ (بخاری۔ مسلم)

زمانہ جاہلیت میں بتوں کی قسمیں کھائی جاتی تھیں۔ اسلام میں اگر کسی مسلمان کے منہ سے عادت کے مطابق غیر شعوری طور پر بتوں کی قسم نکل جائے تو فوراً لا الہ الا اللہ پڑھ کر توحید کا اقرار کر لیں معلوم ہوا کہ اللہ کے سوا کسی چیز کی قسم نہ کھائی جائے۔ اگر غیر شعوری طور پر غیر اللہ کی قسم زبان سے نکل جائے تو فوراً توبہ کی جائے مشرکوں میں جن کی قسمیں کھائی جاتی ہیں ان کی قسم کھانے سے ایمان میں خلل آتا ہے۔

نذر وں کے بارے میں آنحضرت ﷺ کا فیصلہ

((أَخْرَجَ أَبُو دَاوُدَ عَنْ ثَابِتَ بْنِ ضَحَّاكِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ نَذَرَ رَجُلٌ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنْ يُنْحَرِ إِبْلًا بِبَوَانَةَ فَأَتَى رَسُولَ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ هَلْ كَانَ فِيهَا وَثْنٌ مِنْ أَوْثَانِ الْجَاهِلِيَّةِ يُعْبَدُ قَالُوا لَا هُلْ كَانَ فِيهَا عِيْدُ مِنْ أَعْيَادِهِمْ قَالُوا لَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَوْفِ بِنَذْرِكَ فَإِنَّهُ لَا وِفَاءَ لِنَذْرٍ فِي مَعْجِيَّةِ اللَّهِ))

حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے عہد رسالت میں یہ نذر مانی کہ بوانہ لجاؤ نہ کروں گا۔ پھر رسول ﷺ کے پاس آ کر آپ کو اپنی نذر کی خبر کی۔ فرمایا: جاہلیت کے تھانوں میں سے کوئی تھان تو وہاں نہیں تھا؟

صحابہ نے کہا نہیں۔ فرمایا: وہاں کوئی تھوا رتو نہیں منایا جاتا تھا بولے نہیں۔ فرمایا: اپنی نذر کو پورا کر کیوں کہ اس نذر کو پورا کرنا منع ہے جس میں اللہ کی نافرمانی ہوتی ہو۔ (ابوداود)

معلوم ہوا کہ اللہ کے سو اکسی اور کی منت ماننا گناہ ہے ایسی منت کو پورا نہیں کرنا چاہئے کیونکہ یہ بات خود گناہ ہے پھر اسے پورا کرنا اور گناہ پر گناہ ہو گا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جس جگہ غیر اللہ کے نام پر جانور چڑھائے جاتے ہوں یا غیر اللہ کی پوجا پاٹ ہوتی ہو یا جمع ہو کر شرک کیا جاتا ہو وہاں اللہ کے نام کا بھی جانور نہ لے جایا جائے اور ان میں شرکت نہیں کرنی چاہئے خواہ اچھی نیت ہو یا بری کیونکہ ان میں شرکت خود مستقل بری بات ہے۔

اللہ کو سجدہ اور پیغمبر علیہ السلام کی تعظیم

((أَخْرَجَ أَحْمَدُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي نَفْرٍ مِّنَ الْمَهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ فَجَاءَ بَعِيرٌ فَسَجَّدَ لَهُ فَقَالَ أَصْحَابُهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ يَسْجُدُ لَكَ الْبَهَائِمُ وَالشَّجَرُ فَنَحْنُ أَحْقُّ أَنْ نَسْجُدَ لَكَ فَقَالَ أَعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَأَكْرِمُوا أَخَلَّكُمْ)).

اے ایک جگہ کا نام ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین و انصار کی ایک جماعت میں تشریف فرماتھے کہ ایک اونٹ نے آ کر آپ کو سجدہ کیا صحابہ نے کہا

یار رسول اللہ آپ ﷺ کو جانور اور درخت سجدہ کرتے ہیں۔ ان سے زیادہ تو ہمارا حق ہے کہ ہم آپ کو سجدہ کریں فرمایا اپنے رب کی عبادت کرو اور اپنے بھائی کی تعظیم کرو۔ (مسند احمد)

یعنی تمام انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں جو بہت بزرگ ہو وہ بڑے بھائی ہے اس بڑے بھائی کی تعظیم کرو باقی سب کا لک اللہ ہے عبادت اسی کی کرنی چاہئے معلوم کہ جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں خواہ انبیاء ہوں یا اولیاء ہوں وہ سب کے سب اللہ کے بے بس بندے ہیں اور ہمارے بھائی ہیں مگر حق تعالیٰ نے انہیں بڑائی بخشی تو ہمارے بڑے بھائی کی طرح ہوئے ہمیں ان کی فرمانبرداری کا حکم ہے کیونکہ ہم چھوٹے ہیں لہذا ان کی تعظیم انسانوں کی سی کرو اور انہیں اللہ نہ بنا ڈا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض بزرگوں کی تعظیم درخت اور جانور بھی کرتے ہیں چنانچہ بعض درگا ہوں پر شیر، بعض پر ہاتھی اور بعض پر بھیڑیے حاضر ہوتے ہیں لیکن انسانوں کو ان کی رلیں نہیں کرنی چاہئے۔ انسان اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی تعظیم کر سکتا ہے اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا مثلاً قبروں پر مجاور بن کر رہنا شرع شریف میں نہیں ہے اس لئے ہرگز مجاور نہ بناجائے گو اس قبر پر دن رات شیر بیٹھا رہتا ہو کیونکہ آدمی کو جانور کی نقل کرنا مناسب نہیں ہے۔

((أَخْرَجَ أَبُو دَوَادَ عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ أَتَيْتُ الْحِيْرَةَ فَرَأَيْتُهُمْ يَسْجُدُونَ لِمَرْزُبَانِ لَهُمْ فَقُلْتُ لِرَسُولِ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَقُّ أَنْ يُسْجَدَ لَهُ فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ إِنِّي أَتَيْتُ الْحِيْرَةَ فَرَأَيْتُهُمْ يَسْجُدُونَ لِمَرْزُبَانِ لَهُمْ فَأَنَّكَ أَحَقُّ أَنْ نُسْجَدَ لَكَ

فَقَالَ لِيْ أَرَأَيْتَ لَوْ مَرْزَتِ بِقَبْرِيْ أَكُنْتَ تَسْجُدُ لَهُ فَقُلْتُ لَا فَقَالَ لَا تَفْعُلْوَا)).

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں شہر حیرہ میں گیا میں نے وہاں کے لوگوں کو اپنے راجہ کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔ میں نے دل میں کہا بلاشبہ رسول اللہ ﷺ سجدہ کئے جانے کے زیادہ حقدار ہیں چنانچہ میں نے آپ ﷺ کے پاس آ کر کہا میں نے حیرہ میں لوگوں کو راجہ کو سجدہ کرتے دیکھا۔ آپ ﷺ اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ ہم آپ کو سجدہ کریں فرمایا بھلا بتا تو سہی کہ اگر تو میری قبر پر گزرے تو کیا اس پر سجدہ کرے گا؟ میں نے کہا نہیں فرمایا یہ کام بھی نہ کرو۔

(ابوداود)

یعنی ایک نہ ایک دن میں نوت ہو کر آغوش لحد میں جاسوں گا لپھر میں سجدہ کے لاکن نہ ہوں گا۔ سجدہ کے لاکن تو وہ پاک ذات ہے جو لازوال ہے معلوم ہوا کہ سجدہ نہ زندہ کو روا ہے اور نہ مردا کو۔ اور نہ کسی قبر کو روا ہے اور نہ کسی تھان کو۔ کیونکہ زندہ ایک دن مرنے والا ہے اور مرا ہوا بھی کبھی زندہ تھا اور بشرطہ پھر مر کر اللہ نہیں ہوا بندہ ہی ہے۔

.....

لے انبیاء کرام کے جسموں کو مٹی نہیں کھاتی۔ حدیث میں ہے (ترجمہ) یعنی ”اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔“ مطلب یہ ہے کہ جس پر موت وارد ہو سکے وہ سجدے کا حق دار نہیں۔

کسی کو اپنا بندہ اور بندی کہنا جائز نہیں

((أَخْرَجَ مُسْلِمٌ عَنْ أَبْيٍ هُرَيْزَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ عَبْدِي وَأَمَّتِي كُلُّكُمْ عَبْيِدُ اللَّهِ
وَكُلُّ نِسَاءٍ كُمْ إِمَاءُ اللَّهِ وَلَا يَقُولُ الْعَبْدُ لِسَيِّدِهِ مَوْلَائِي فَلَمَّا مَوَلَّكُمْ
اللَّهُ)).

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ تم میں
سے کوئی عبدی و امتی (میرا بندہ۔ میری بندی) نہ کہے تم سب اللہ کے بندے ہو اور
تمہاری ساری عورتیں اللہ کی بندیاں ہیں۔ غلام اپنے سید کو اپنا مالک نہ کہے کیونکہ تم
سب کاما لک اللہ ہے۔ (مسلم)

معلوم ہوا کہ غلام کو بھی آپس میں ایسی گفتگو سے پر ہیز کرنا چاہئے کہ میں فلاں کا بندہ
ہوں اور فلاں میرا مالک ہے۔ پھر خواہ مخواہ بندہ بننا عبداً لبی، بندہ علی، بندہ حضور، پرستار
خاص، امرد پرست، زن پرست، پیر پرست خود کو کھلوانا اور ہر کسی کو خداوند خدا یگان اور
داتا کہہ دینا کس قدر بے جا ہے اور کتنی بڑی گستاخی ہے۔ ذرا ذرا سی بات میں کہنا کہم
ہماری جان اور مال کے مالک ہو۔ ہم تمہارے بس میں ہیں جو چاہو یہ سب باقی محسن
جھوٹ اور شرک پر مبنی ہیں۔

تعظیم رسول اللہ ﷺ کے متعلق اسوہ حسنہ

((أَخْرَجَ الشَّيْخَانِ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَنْطُرُونِي كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَى عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ فَإِنَّمَا
آنَّا عَبْدُهُ فَقُولُوا عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ

حضرت عمر رضي اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے حد سے
مت بڑھانا جیسے عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کو حد سے بڑھا دیا میں تو محض اس کا بندہ
ہی ہوں تم مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔ (بخاری۔ مسلم)

یعنی حق تعالیٰ نے مجھے جن خویوں اور کمالات سے نوازا ہے وہ سب بندہ اور رسول کے
کہہ دینے میں آ جاتے ہیں کیونکہ بشر کے لئے رسالت سے بڑھ کر اور کیا مرتبہ ہو گا سارے
مراتب اس سے نیچے ہیں مگر بشر رسول بن کر بھی بشر ہی رہتا ہے۔ بندہ ہونا ہی اس کے لئے
سبب فخر ہے۔ نبی بن کر بشر میں الوہی شان نہیں آ جاتی اور اللہ تعالیٰ کی ذات میں نہیں مل
جاتا بشر کو بشریت ہی کے مقام پر رکھو۔ عیسائیوں کی طرح نہ بنو کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ
علیہ السلام کو بشریت سے نکال کر جامہ الوہیت پہنادیا جس سے یہ لوگ کافر اور مشرک بن
گئے اور اللہ تعالیٰ کا قہر و عتاب ان پر نازل ہوا، اسی لئے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی
امت سے فرمایا کہ عیسائیوں کی سی چال نہ چلنا اور میری تعریف میں حد سے نہ بڑھ جانا کہ
اللہ نہ کرے مردود بارگاہ الہی ہو جاؤ لیکن ہزار افسوس کہ اس امت کے بے ادبیوں نے آپ
علیہ السلام کا کہنا نہیں مانا اور عیسائیوں کی سی چال چلنا شروع کر دی۔ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ
السلام کو کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کے روپ میں ظاہر ہوا تھا وہ ایک طرح سے انسان ہیں اور
ایک طرح سے رب ہیں۔ بعض گستاخوں نے سر کار رسالت کی شان میں بعینہ ایسا ہی کہا
ہے۔

فی الجملہ ہمیں:

بود کہ می آمدی رفت۔ ہر قرن کی دیدی در عاقبت آن شکل عرب دار برآمد۔ دارائے جہاں شد۔

یعنی پیغمبروں کے روپ میں ہر زمانے میں رب ہی آتا جاتا رہا اخیر میں وہ عرب چیسی شکل میں آ کر جہاں کا بادشاہ بن گیا۔
کسی نے کہا:

تقدر یہ کیا ناقہ نشانید و محمل سلمائے حدوث تو دلیلائے قدم را
تا مجمع امکان و وجہ نہ نشند مورد متعین نہ شد اطلاق اعم را
یعنی آپ حادث بھی ہیں اور قدم بھی ممکن بھی ہیں اور واجب بھی۔ لاحول ولا قوہ الا باللہ۔
ایسے شرکینہ کلمے بولے جاتے ہیں جونہ آسمان سے اٹھ کیں اور نہ زمین سے اللہ پاک
مسلمانوں کو سمجھ دے۔ آمین

بلکہ بعض کذابوں نے ایک حدیث تراش کر خود پیغمبر اسلام علیہ السلام کی طرف منسوب
کر دی کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اَنَا أَحْمَدُ بِلَامِيمٍ۔ میں بلا میم۔ کا احمد ہوں یعنی میں احمد ہوں
اسی طرح لوگوں نے ایک لمبی چوڑی عربی عبارت کا نام خطبۃ الافتخار رکھا اور حضرت علی رضی

.....

اے حدیث یقیناً موضوع ہے۔

اللہ عنہ کی طرف منسوب کر دیا۔ سچانک لہذا بہتان عظیم (اے ارب تو ہر طرح کے شرک سے پاک ہے تجھ پر بڑا بھاری بہتان لگایا گیا ہے) یا رب حق کا بول بالا ہو اور جھوٹوں کا منہ

جیسے عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دونوں جہاں کا اختیار ہے اگر کوئی ان کو مان کر ان سے النجَا کرتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ضرورت نہیں گناہ اس کے ایمان میں خلل نہیں ڈالتا اس کے حق میں حرام و حلال کا امتیاز اٹھ جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا سامنہ بن جاتا ہے جو چاہے کرے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخرت میں اس کی سفارش کر کے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے چھڑالیں گے۔ جاہل مسلمان بعینہ یہی عقیدہ پیغمبر اسلام علیہ السلام کے بارے میں رکھتے ہیں بلکہ اماموں اور اولیاء کے حق میں بھی ان کا عقیدہ ہے۔ بلکہ ہر پیر اور شیخ کے حق میں ان کا یہی عقیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔

((أَخْرَجَ أَبُو دَوْدَ عَنْ مُطَرْفٍ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الشَّخِيرِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ إِنْطَلَقْتُ فِي وَفِدِ بَنْيِ عَامِرٍ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا أَنْتَ سَيِّدُنَا فَقَالَ السَّيِّدُ اللَّهُ فَقْلَنَا وَأَفْضَلُنَا فَضْلًا وَأَعْظَمُنَا طُولًا فَقَالَ قُولُوا قَوْلَكُمْ أَوْ بَغْضَ قَوْلَكُمْ وَلَا يَسْتَجِرِينَكُمُ الشَّيْطَانُ)).

حضرت مطرف بن عبد اللہ الشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ بنو عامر کے وفد کے ہمراہ میں بھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ہم نے کہا آپ ہمارے سید ہیں فرمایا سید اللہ ہے پھر ہم نے کہا آپ ہم میں افضل ہیں اور بڑے ہیں اور زیادہ سُنی ہیں لفڑ مایا ہاں یہ ساری یا بعض بات کہہ سکتے ہو۔ کہیں شیطان تم کو گستاخ نہ بنادے۔ (ابوداؤد)

یعنی کسی بزرگ کی شان میں زبان سنبھال کر بات کرنی چاہئے۔ اس کی انسان ہی کی سی تعریف کرو بلکہ اس میں بھی کمی کرو۔ منہ زور گھوڑے کی طرح مت دوڑ کہیں شان الہیت میں بے ادبی نہ ہو جائے

لفظ ”سید“ کے دو معنی

سید کے دو معنی ہیں خود مختار، مالک کل جو کسی کا ملکوم نہ ہو آپ جو چاہے کرے یہ شان رب تعالیٰ کی ہے۔ اس کے معنی کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی سید نہیں۔ (۲) پہلے حاکم کا حکم اس کے پاس آئے اور پھر اس کی زبانی دوسروں تک پہنچ جیسے چوبدری، زمیندار، اس معنی کے لحاظ سے ہر نبی اپنی امت کا سردار ہے۔ ہر امام اپنے ہم عصر لوگوں کا، ہر مجتہد اپنے ماننے والوں کا، ہر بزرگ اپنے عقیدتمندوں کا اور ہر عالم اپنے شاگردوں کا سید ہے کہ یہ بڑے بڑے حضرات پہلے حکم پر خود عامل ہوتے ہیں پھر اپنے چھوٹوں کو سکھاتے پڑھاتے ہیں اس لحاظ سے ہمارے محبوب نبی ﷺ تمام جہاں کے سید ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں آپ ﷺ کا مرتبہ سب سے بڑا ہے۔ آپ ﷺ سب سے زیادہ احکام شرعیہ کے پابند تھے، اور اللہ تعالیٰ کا دین سیکھنے میں لوگ آپ ہی کو محتاج ہیں۔ اس معنی کے لحاظ سے آپ کو

۱۔ طولانی فضل و احسان، جود و سخا میں ہم سے بڑھ کر ہیں۔

سارے جہاں کا سردار کہا جا سکتا ہے بلکہ کہنا چاہئے اور پہلے معنی کے لحاظ سے ایک چیزوں کا سردار بھی آپ ﷺ کو نہ مانا جائے کیونکہ آپ اپنی طرف سے ایک چیزوں میں تصرف کے

تصویر کے متعلق ارشادات نبوی

((وَأَخْرَجَ الْبَخَارِيُّ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا إِشْتَرَتْ نَمْرَقَةً فِيهَا تَصَاوِيرٌ فَلَمَّا رَأَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ عَلَى الْبَابِ فَلَمْ يَدْخُلْ فَعَرَفَتْ فِي وَجْهِهِ الْكَرَاهَةَ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتُوْبُ إِلَى اللَّهِ وَإِلَى رَسُولِهِ مَاذَا أَذْنَبْتُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَالُ هَذِهِ النَّمْرَقَةِ قَالَتْ قُلْتُ إِشْتَرَيْتُهَا لَكَ إِتْقَنْدَ عَلَيْهَا وَتَوَسَّدَهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَصْحَابَ هَذِهِ الصُّورِ يُعَذَّبُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيُقَالُ لَهُمْ أَحْيِوْا مَا خَلَقْتُمْ وَقَالَ إِنَّ الْبَيْتَ الَّذِي فِيهِ الصُّورُ لَا تَدْخُلُهُ الْمَلَائِكَةُ)).

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ انہوں نے نے ایک غالیچہ خریدا جس میں تصویریں تھیں جب اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دروازے پر ہی کھڑے رہے اندر نہیں آئے۔ فرماتی ہیں میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے کراہت محسوس کی میں نے کہا رسول اللہ میری توبہ ہے میں نے کیا گناہ کیا ہے فرمایا یہ غالیچہ کیسا ہے؟ فرماتی ہیں میں نے کہا میں نے اس کو آپ کے لئے خریدا ہے تاکہ آپ اس پر بیٹھیں اور تکیہ بنائیں فرمایا ان تصویری والوں پر قیامت کے دن عذاب ہوگا کہ ان سے کہا جائے گا کہ اپنی بنائی ہوئی تصویریوں کو زندہ کرو فرمایا جس

گھر میں تصویریں ہوتی ہیں اس میں فرشتے نہیں آتے۔ (بخاری)
چونکہ اکثر مشرک مورتیاں پوچھتے ہیں اس لئے فرشتوں اور نبیوں کو تصویریوں سے گھن آتی ہے اس لئے فرشتے نہیں آتے۔ تصویر بنانے والوں پر عذاب ہوگا کہ سامان بہت پرستی مہیا کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ تصویر خواہ پیغمبر کی ہو یا امام کی۔ ولی کی ہو یا قطب کی اور پیر کی ہو یا مرید کی بنائی حرام ہے اور اس کا رکھنا بھی حرام ہے جو لوگ اپنے بزرگوں کی تصویریوں کی تعظیم کرتے ہیں اور بطور تبرک اپنے پاس رکھتے ہیں وہ سراسر گمراہ اور مشرک ہیں۔
پیغمبر اور فرشتے ان سے گھن کرتے ہیں۔ مسلمان کا فرض ہے کہ وہ ہر قسم کی تصویر کو گندہ سمجھ کر اپنے گھر سے دور کر دے تاکہ رحمت کے فرشتے بھی اس گھر میں آئیں جائیں اور گھر میں برکت ہو۔

پانچ سخت ترین گناہ

((أَخْرَجَ الْبَيْهَقِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا
قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ عَلَيْهِ يَقُولُوا أَشَدُ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ
الْقِيَامَةِ مَنْ قَتَلَ نَبِيًّا أَوْ قَتَلَهُ نَبِيًّا أَوْ قَتَلَ أَحَدَ وَالْدِيْهِ وَالْمُصَوِّرُوْنَ
وَعَالَمٌ لَا يَنْتَفِعُ بِعِلْمِهِ)).

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرمائے تھے قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب اس شخص کو ہوگا جس نے نبی کو یا جس کو نبی نے قتل کیا یا جس نے اپنے باپ کو یا مام کو قتل کیا اور تصویریں بنانے والوں کو اور اس عالم کو بھی جو اپنے علم سے فائدہ نہ اٹھائے۔

(بیہقی)

یعنی تصویر بنانے والا بھی ان بڑے گناہوں میں داخل ہے تو جو گناہ قاتل پیغمبر کو ہو گا وہی گناہ تصویریں بنانے والوں کو ہو گا۔

((أَخْرَجَ الشَّيْخَانِ عَنْ أَبِي هَرِيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ قَالَ اللَّهُ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ كَخْلُقِيْ فَلَيَخْلُقُوا ذَرَّةً أَوْ لَيَخْلُقُوا حَبَّةً أَوْ شَعِيرَةً)).

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سن آپ ﷺ فرمائے تھے کہ اللہ نے فرمایا ہے: اس سے بڑھ کر کون ظالم ہو گا جو میری طرح پیدا کرنے کی کوشش کرے سو بھلا کہ ایک ذرہ یا ایک دانہ یا ایک جو تو پیدا کر کے دکھائیں۔ (بخاری۔ مسلم)

یعنی مصور در پرده الوہیت کا دعویٰ کرتا ہے کہ اللہ کے پیدا کرنے کی طرح چیزیں پیدا کرنا چاہتا ہے۔ یہ بڑا گستاخ اور کذاب ہے ایک دانہ تک بنانے کی قدرت نہیں نقل اتارتا ہے۔
نقال ملعون پر اللہ کی لعنت ہے۔

اپنے متعلق حضور ﷺ کا ارشاد

((وَأَخْرَجَ رَزِيْنُ عَنْ أَنَسِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَا أُرِيدُ أَنْ تَرْفَعُونِي فَوْقَ مَنْزِلَتِي الَّتِي أَنْزَلْنِيْهَا اللَّهُ تَعَالَى أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ)).

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا میں نہیں چاہتا

کہ تم مجھے میرے اس مرتبے سے آگے بڑھا جس پر اللہ پاک نے مجھے رکھا ہے
میں محمد ہوں۔ عبد اللہ کا بیٹا ہوں۔ اللہ کا بندہ ہوں اور اس کا رسول ہوں۔ (رزین)۔

۱۔ اس مضمون کی روایات مند احمد اور طبرانی وغیرہ میں موجود ہیں۔ مند احمد کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں

عَنْ أَنَسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يَا سَيِّدَنَا وَآئِنَ سَيِّدِنَا .
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يَا أَيُّهَا النَّاسُ قُولُوا بِقُولِكُمْ وَلَا يَسْتَهِوِنَّكُمُ الشَّيْطَانُ – أَنَا
مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَرَسُولُهُ – وَاللَّهُ مَا أَحَبُّ أَنْ تَرْفَعُونِي فَوْقَ مَا رَفَعْنِي اللَّهُ . (البدایہ
والنہایہ، ابن کثیر ص: ۲۲۰: ۲۲۳)

یعنی ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ آپ ہمارے سردار ہیں اور سردار کے بیٹے ہیں تو نی اکرم ﷺ نے فرمایا تم ایسا کہہ سکتے ہو لیکن خود اور ہنا ایسا نہ ہو کہ شیطان تمہیں مبالغہ آرائی میں لے ڈو بے۔ میں محمد بن عبد اللہ ہوں اور اللہ کی قسم مجھے یہ بات قطعاً پسند نہیں ہے کہ تم (میری تعریف میں مبالغہ آرائی کرتے ہوئے) مجھے اس مرتبہ سے بھی بلند کر دو جو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمایا ہے۔
طبرانی کی روایت کے لفظ یہ ہیں:

عَنْ حُسَيْنِ بْنِ عَلَيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَرْفَعُونِي فَوْقَ حَقِّيْ
فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى إِتَّخَذَنِي عَبْدًا قَبْلَ أَنْ يَتَّخِذَنِي رَسُولًا . اساتیدہ حسن (مجموع الروایدن ج ۹ صفحہ ۲۱)

یعنی حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھے میرے مرتبہ سے زیادہ بلند نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنارسول بنانے سے پہلے مجھے اپنابندہ بنایا ہے۔ (معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک ”مقام عبادیت“، ”مقام رسالت“ زیادہ بلند درجہ رکھتا ہے)

یعنی جس طرح اور بڑے لوگ اپنی تعریف میں مبالغہ سے خوش ہوتے ہیں مجھے اپنی
تعریف میں مبالغہ ذرہ برابر کھی پسند نہیں۔ ان لوگوں کو تو مبالغہ کرنے والوں کے دین سے

کوئی واسطہ نہیں ہوتا خواہ دین رہے یا نہ رہے لیکن پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی امت پر بڑے شفیق و مہربان ہیں آپ ﷺ کو رات دن یہی فکر دامنگیر تھا کہ امت کا دین سنور جائے۔ جب آپ ﷺ کو معلوم ہوا کہ میرے امتی مجھ سے بڑی محبت کرتے ہیں اور میرے بہت ہی احسان مند ہیں اور یہ بھی معلوم تھا کہ محب محبوب کے خوش کرنے کو آسمان اور زمین کے قلبے ملایا کرتا ہے ایسا نہ ہو یہ تعریف میں حد سے بڑھ جائیں جس سے اللہ تعالیٰ کی شان میں بے ادبی ہو جائے۔ جس سے ان کا دین غارت ہو جائے اور میری ناراضگی بھی واجب ہو جائے اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے مبالغہ پسند نہیں۔ میرا نا محب ﷺ ہے میں خالق یا رازق نہیں، میں عام لوگوں کی طرح اپنے باپ ہی سے پیدا ہوا ہوں اور میرا شرف بندہ ہونے ہی میں ہے البتہ عوام سے میں اس بات میں جدا ہوں کہ میں اللہ کے احکام کو جانتا ہوں لوگ نہیں جانتے۔ لہذا نہیں مجھ سے اللہ کا دین سیکھنا چاہئے۔

اے ہمارے آقا! رحمة للعالمين پر رحمت و سلامتی کی پارش فرم اجس طرح آپ ﷺ نے ہم جیسے جاہلوں کو دین سکھانے کے لئے سر توڑ کو ششیں کیں ان کی قدر دانی کرنے والا تو ہی ہے۔ اے بلند و برتر مالک! ہم تیرے عاجز و بے بُس بندے ہیں ہمارے اختیار میں کچھ نہیں۔ جس طرح تو نے ہمیں اپنے فضل و کرم سے شرک و توحید کا مطلب خوب سمجھایا۔ لا الہ الا اللہ کے تقاضوں سے خوب خبردار کیا اور مشرکوں سے نکال کر موحدو پاک صاف بنایا، اسی طرح اپنے فضل و کرم سے ہمیں بدعت و سنت کے معنی اچھی طرح سمجھا۔ کلمہ محمد رسول اللہ کے تقاضوں سے آگاہ فرماء، اور بدعتیوں اور ملدوں سے نکال کر ہمیں پاک سنی اور تابع دار حدیث و قرآن بننا۔ آمین ثم آمین۔